أحادیث آخر الزمان
في أوصاف وفضائل کنوز الطالقان

افادات: مولانا ہشام دامت برکاتہم العالیہ

جمع وترتیب: حافظ حسین

ناشر: المہدی میڈیا سنٹر، لکی مروت، پاکستان

نام کتاب: ظہورِ مہدی اور علمائے افغانستان کا کردار
افادات: مولانا ہشام دامت برکاتہم العالیہ
جمع وترتیب: حافظ حسین
سن اشاعت: ۱۴۴۱ھ، ۲۰۲۰ء
ناشر: المہدی میڈیا سنٹر، لکی مروت، پاکستان
قیمت: ۱۲۰ روپے

فہرست مضامین

حرفِ آغاز

نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد تعلیم کتاب، تعلیم حکمت، تزکیہ نفوس اور مغیبات کو بیان کرنا تھا۔ غیب کی خبروں اور پیشن گوئیوں میں فتنوں سے بچنے کی ترغیب بھی موجود ہے اور ان فتنوں سے نمٹنے کے لیے واضح ہدایات بھی بیان کی گئی ہیں۔ ان میں اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کے بقاء کا راز بھی مضمر ہوتا ہے، جب کہ ان غیب کی خبروں میں اسلام کی تبلیغ و ترویج اور خلافتِ اسلامی کے پھیلنے کا بھی طریقہ اہلِ علم و عقل کے سامنے ہوتا ہے۔

حضرات خلفائے راشدین اور دیگر دورِ خلافت کی بقاء تک مغیبات اور ان سے مستنبط امور پر عمل ہوتا رہا، تو مسلمانوں کے سروں پر خلافت کا سایہ موجود تھا، جس کی وجہ سے ہر جگہ مسلمان معزز، مکرم اور کامیابی ان کے قدم چومتی تھی۔ لیکن جب سے مسلمانوں نے اپنے اعمال سے کتاب اللہ اور حکمتِ رسول اللہ کو نکال باہر کیا، اپنے نفوس کا تزکیہ چھوڑ دیا اور نبی کریم ﷺ کی پیشن گوئیوں کی روشنی میں اسلامی نظام کی بقاء اور خلافت کی احیاء کا کام ترک کر دیا، مغیبات اور پیشن گوئیوں میں ضعیف اور صحیح، مقبول اور مردود کی تفریق کو علمی میدان کے بجائے اپنی پالیسیوں سے نکال دیا اور یہود و نصاریٰ نے اپنی پیشن گوئیوں کے مطابق اپنی پالیسیاں وضع کرنی شروع کر دی، تو مسلمانوں پر شرق و غرب کے یہود و نصاریٰ نے یلغار کر کے نہ صرف پہلے ان کی خلافت کو کمزور کیا، بلکہ رفتہ رفتہ مسلمانوں میں موجود اپنے کارندوں کے ذریعے اس عظیم سایے کو ختم کر دیا اور مسلمانوں کے قبلہَ اول اور قبلہَ دوم یعنی بیت المقدس اور حرمین شریفین کو بھی نرغے میں کر دیا۔ اور حدیث میں ہے کہ امت کے آخری لوگوں کی اصلاح اس طرح سے ہوگی، جیسا کہ امت کے پہلوں کی ہوئی تھی اور امت کے پہلوں کی اصلاح دین کے تمام شعبوں یعنی اسلام، ایمان، احسان، قیامت اور علامات قیامت کو زندہ کر کے ان پر عمل کرنے میں تھی، لہذا موجودہ دور میں بھی کامیابی اسی میں مضمر ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم قیامت اور علاماتِ قیامت سے متعلق احادیثِ مبارکہ اور ان سے مستنبط علوم و قواعد کو سیکھیں، ان کی تعلیم و تعلم کو توجہ دیں۔ غیر مسلموں کے بنائے ہوئے پالیسیوں سے ہٹ کر ان احادیث میں بیان کی ہوئی امور کی روشنی میں اپنی ذاتی، خاندانی، معاشرتی، معاشی اور ملکی و بین الاقوامی پالیسیاں وضع کریں۔

خلفائے راشدین اور دیگر ادوار میں پیشن گوئیوں کی روشنی میں عملی اقدامات

نبی کریم ﷺ نے غیب کی باتوں میں سرزمینِ عرب، روم، فارس یعنی عراق، ایران اور شام کے فتح کی پیشن گوئی فرمائی تھی، جب کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاسراء میں بیت المقدس کو مسجدِ اقصیٰ کہہ کر خطاب کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آئندہ ادوار میں فتح ہوگا اور اس کی تفصیلات احادیثِ مبارکہ میں تفصیل سے موجود ہے۔ ان پیشن گوئیوں کی تکمیل کے لیے نبی کریم ﷺ نے جزیرۃ العرب کے فتح کے بعد حضرت زید بن حارثہؓ کی سرکردگی میں موتہ کی جانب ایک لشکر روانہ کیا اور اس کے بعد خود غزوۂ تبوک میں روم کے خلاف لشکر کشی کے لیے کوچ کیا اور مرض الوفات میں ہی حضرت اسامہ بن زیدؓ کی سرکردگی میں اسی غرض کے لیے جیش اسامہؓ کو تشکیل دیا۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے «سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ، وَالْفُرَاتُ وَالنِّيلُ كُلٌّ مِنْ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ» کہ سیحون و جیحون اور فرات و نیل سب کے سب جنت کے نہروں میں سے ہیں۔ شارحین نے جنتی ہونے سے یہ مراد لیا ہے کہ ان نہروں سے سیراب ہونے والے لوگوں کے اوصاف و عادات اور عبادات و معاملات جنتی صفات کے حامل لوگوں کی طرح ہوں گے، یہ لوگ آگے جا کر مسلمان ہوں گے اور دین کی سربلندی کا فریضہ انجام دیں گے۔

اس حدیث میں دریائے فرات یعنی سرزمینِ شام و عراق کے فتح ہونے کی طرف اشارہ ہے اور دریائے نیل سے مصر کے فتح

ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ ایسے ہی نہر سیحون و جیحون ماوراء النہر کے علاقوں یعنی بلادِ خراسان اور بلاد ہند و سند کے فتح ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے۔[1] انہی واضح اشارات کی روشنی میں صحابہ کرامؓ اور تابعین نے اپنی فتوحات کا دائرہ انہی تمام علاقوں کی طرف وسیع کر دیا۔

تاہم نبی کریم ﷺ نے بعض روایات میں شام و عراق کے لوگوں کے صفات، وہاں کی کاروائیوں میں حکمتِ عملی، وہاں کا بود و باش اور فتح کے لیے دیگر بنیادی خدو خال بھی ان پیشن گوئیوں میں امت کے لیے بیان کر دیئے تھے، جن کی روشنی میں آپ ﷺ کی وصال کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے ان پیشن گوئیوں اور ان میں موجود حکمت عملی کو اپناتے ہوئے ان کی باقاعدہ تکمیل کے لیے روم اور فارس کے خلاف یرموک، قادسیہ اور دیگر کئی عظیم کاروائیاں حضراتِ عشرہ مبشرہ کی قیادت میں سرانجام دیئے، جن کی بدولت اسلام کی کرنیں جزیرۃ العرب سے نکل کر عراق، ایران اور شام میں بھی پہنچ گئی۔ روم کے جس ایک حصے یعنی فتحِ شام کی پیشن گوئی ہوئی تھی وہ تو حضرت عمرؓ کے دور میں پوری ہو چکی، مگر روم کے جس دوسرے مرکزی حصے یعنی قسطنطنیہ کی جہاد کے لیے نبی کریم ﷺ نے سمندری جہاد کی ترغیب دی تھی، جس کی تکمیل حضرت عثمانؓ کے دور میں ہوئی اور باقاعدہ فتح آگے جا کر سلطان محمد فاتحؒ کے دور میں ہوئی۔

بیت المقدس کی پہلی فتح میں پیشن گوئیوں پر عمل:

علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ روم کے ارطبون نے عمرو بن العاصؓ کو ایک خط بھیجا اور اس میں قسم کھا کر کہا کہ تم اُجنادین کے بعد فلسطین سے کچھ بھی فتح نہیں کر سکو گے، واپس لوٹ جاؤ، ورنہ تمہیں اسی طرح شکست کا سامنا کرنا پڑے گا، جیسا کہ اس سے پہلے تم نے دیکھ لیا۔ تو دربار میں موجود وزراء نے پوچھا کہ آپ یہ بات اتنی وثوق سے کیسے کہہ رہے ہیں، تو اس نے جواب دیا کہ جو شخص بیت المقدس کو فتح کرے گا، تو اس کا نام تین حروف پر مشتمل ہوگا۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ کو یہ بات معلوم ہوئی، تو آپ نے حضرت عمرؓ کو خط لکھ کر اپنی لشکر کی تیاری کی خبر دی، تو حضرت عمرؓ سمجھ گئے کہ عمرو بن العاصؓ نے یہ بات بلاوجہ نہیں لکھی ہوگی، ضرور اس کے پشت پر کوئی علم ہوگا، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کے فتح کی اجازت دی۔ [البدایۃ والنہایۃ، احیاء التراث، ج۷ ص ۶۴۔ دار الفکر، ج۷ ص ۵۵۔ دار هجر، ج۹ ص ۶۵۵]

بیت المقدس کی دوسری فتح میں پیشن گوئیوں پر عمل:

بیت المقدس کی دوسری فتح کے بارے میں بھی علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ تفسیر أبی الحکم الأندلسی یعنی ابن برجان میں سورۃ الروم کے شروع میں لکھا ہے کہ اس سورت سے معلوم ہوتا ہے کہ (۵۸۳ھ) میں بیت المقدس عیسائیوں کے قبضے سے آزاد ہوگا، جب کہ ابن برجان نے (۵۲۲ھ) میں یہ بات لکھی تھی، اس بات کے بارے میں نور الدین زنگیؒ کو پتہ چلا، تو اس نے اس کے لیے کئی اسباب اور منبر وغیرہ تیار کیے۔ [البدایۃ والنہایۃ، ج۱۲ ص ۳۲۶، دار الفکر] لیکن یہ فتح صلاح الدین کی قسمت میں تھی، فتح کے بعد جب صلاح الدین ایوبیؒ نے منبر کی تیاری کا حکم دیا، تو پتہ چلا کہ نور الدین زنگیؒ نے اسی مقصد کے لیے بیس ۲۰ سال پہلے

[1] علامہ سیوطیؒ نے شرح مسلم قاضی عیاضؒ سے نقل کیا ہے کہ نہر سیحان و جیحان سے بلاد خراسان میں موجود نہر سیحون و جیحون ہے [دیکھئے: شرح مسلم للسیوطی، رقم: ۲۸۳۹، ج۶ ص ۱۸۶] جب کہ ملا علی القاریؒ نے نہر جیحان و سیحان کے بارے میں مختلف اقوال نقل کیے جن میں ہندوستان کی نہریں اور بلخ کی نہریں و خوارزم کی نہریں شامل ہیں۔ [دیکھئے: مرقاۃ المفاتیح، رقم: ۵۶۲۸، ج۹ ص ۳۵۸۶]

منبر بنایا تھا۔ [تاریخ ابن خلدون، ج ۵ ص ۳۶۲۔ دار الفکر] تاہم بیت المقدس کی اس تیسری فتح کے لیے امام مہدیؒ اور ان کے انصار اگر قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کریں کہ (لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ) جو قرآن مجید میں تین بار یعنی سورۃ التوبہ، سورۃ الصف اور سورۃ الفتح میں آیا ہے، لہذا اَدیانِ سماویہ یعنی عیسائیت اور یہودیت کے عظیم عبادت گاہ پر اسلام کا غلبہ تین بار ہوگا۔ پہلی بار دورِ عمریؓ میں، دوسری بار دورِ ایوبیؒ میں اور تیسری بار امام مہدیؒ اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ہوگی۔ اور یہ آنے والی فتح ان شاء اللہ عنقریب ہوگی، کیونکہ حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے عن أبي هريرة، عن رسول اللهﷺ، أنه قال: "يخرج من خراسان رايات سود، لا يردها شيء حتى تنصب بإيلياء" ترجمہ: خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے، جنہیں کوئی واپس نہیں کر سکے گا، یہاں تک کہ ایلیاء یعنی بیت المقدس پر نصب ہو جائے۔ ان واقعات سے پیشن گوئیوں کے بارے میں ہمارے اکابر کا عمل بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کس طرح پیشن گوئیوں کی روشنی میں اپنے لیے لائحۂ عمل وضع کر کے فتوحات کیں۔

ماوراء النہر، خراسان اور ہند و سند کی فتح کے بارے میں پیشن گوئیوں پر عمل:

ایسے ہی نبی کریم ﷺ نے مشرقی ممالک اور ان کے علم طلب فقہائے کرام کے بارے میں فرمایا کہ اگر علم ثریا میں بھی ہو، تو فارس کے لوگ اسے حاصل کریں گے، جس کی تکمیل کے لیے حضرت عثمانؓ کے دور میں خراسان کا جہاد شروع ہوا اور حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے دور میں کئی کامیابیاں ملیں۔ جن کے بدولت کئی جلیل القدر علمائے کرام، فقہائے عظام، محدثین، صوفیاء اور اولیاء اللہ اس سرزمین سے امت کی رشد و ہدایت کے لیے نمودار ہوئے۔

در حقیقت جس طرح سرزمینِ شام کے بہت سے فضائل احادیث مبارکہ میں آئے ہیں اور آخری زمانے میں دجال کے خلاف جہاد کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس سرزمین پر نزول کی پیشن گوئی بھی ہوئی تھی۔ جس کے تکمیل کے لیے صحابہ کرامؓ نے وہاں جا کر مستقل سکونت اختیار کی اور جزیرۃ العرب سے ہجرت کر کے شام میں رہائش کو ترجیح دی۔ ایسے ہی خراسان کے فضائل، اہل خراسان کے اوصافِ حمیدہ اور آخری زمانے میں دجال کے مقابلے میں اہل بیت اور ان میں امام مہدی علیہ الرضوان کی حسنِ تائید اور عظیم نصرت کی پیشن گوئیاں انہی کے حق میں بھی ہوئی تھی، جن کی تکمیل کے لیے دورِ صحابہؓ اور دورِ تابعینؒ میں ان عظیم ہستیوں نے مقدس سرزمینِ عرب کو چھوڑ کر خراسان کو اپنا مسکن بنایا اور اسی علاقے کو عظیم اسلامی انقلابوں اور ظالموں کے خلاف سدِ سکندری کے طور پر بنیان مرصوص بنا دیا۔

یہی وجہ ہے کہ جب تک سرزمینِ خراسان میں خوارزمی مجاہدین فتنۂ تاتار کا مقابلہ کرتے رہے، تو دیگر اسلامی بلاد پر تاتاریوں کے لیے حملہ مشکل تھا، لیکن جب بعض غلط فیصلوں نے اس مقابلے کو موقوف کر دیا، تو تاتاری یلغار نے اسلامی خلافت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور صدیوں تک مسلمانوں پر مسلط رہے۔ غزوۃ الہند کی پیشن گوئی کی تکمیل کے لیے خلافتِ بنوامیہ میں سند اور ہند کی فتح کا آغاز ہوا اور آخری زمانے میں ہونے والی غزوۃ الہند کے لیے اس سرزمین میں مسلمانوں کو آباد کرنے کا تکوینی، شرعی اور سیاسی کارنامہ دورِ صحابہؓ و تابعین میں پائے تکمیل کو پہنچا۔ تاہم جزیرۃ العرب کے مشرقی ممالک یعنی خراسان، ایران اور ہند و سند کے بارے میں امام مہدی علیہ الرضوان کی نصرت اور روم کے آخری مرکز یعنی رومۃ الکبریٰ موجودہ ویٹی کن سٹی کی فتح کے لیے یہاں کی فوجوں کی پیشن گوئی بھی ہوئی تھی۔

شاید اس کی تکمیل کے لیے تکوینی طور پر اللہ تعالیٰ نے روسی جہاد کے بعد امریکی جہاد کا منظر نامہ تیار کر کے یہاں کے ان خوش نصیبوں کو آنے والے بیعتِ مہدی کے لیے رکن و مقام کی طرف کوچ کرنے اور موجودہ صورت حال کے تناظر میں اسلام اور

مسلمانوں کی بقاء کے لیے نبی کریم ﷺ کے احادیث مبارکہ میں خراسان، اہل خراسان کے فضائل، فطری اوصاف، تاریخی تناظر میں عربی خصائلِ حمیدہ، موجودہ دور میں سرزمینِ خراسان کے عظیم شخصیات اور احادیث مبارکہ میں ان کا ممکنہ تذکرہ اور ہماری ذمہ داریوں کو احادیث مبارکہ کی روشنی میں پڑھنے سمجھنے اور اس لشکر کے خدوخال کو جاننا وقت کا تقاضہ ہے۔اس رسالے کے لکھنے کا مقصد کتب حدیث وشروح، کتب تاریخ وسیرت اور وقتی حالات کے مطابق شرعی تناظر میں ان کی تطبیق ہے۔

اللہ تعالٰی جزائے خیر عطا فرمائے، حافظ عمرا خان صاحب کو، جنہوں نہایت محنت سے ان ساری مباحث کو اکٹھا کیا اور مرتب کر کے اب زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے جا رہا ہے۔

کاتب الحروف: ہشام، لکی مروت

بابِ اول: خراسان اور اہلِ خراسان کا تعارف، فطری اوصاف اور تاریخی تناظر میں عربی خصائلِ حمیدہ کا مجموعہ

فصل اول: خراسان، ماوراء النہر اور افغانستان کا ایک تعارف

ا۔ماوراء النہر کا تعارف: نہر عربی زبان میں دریا کو کہا جاتا ہے، عرب شہسواروں نے ایران وافغانستان کی طرف سے پیش قدمی کرتے ہوئے وسطی ایشائی ممالک (جسے پرانے زمانے میں ترکستان کہا جاتا تھا) کے اس علاقے کو ماوراء النہر کہا تھا، جب کہ یہی نام سکندر رومی کی قیادت میں یونانی آنے والے رومی افواج نے بھی اس علاقے کو (Transoxiana) یعنی ماوراء آکسس کا نام دیا تھا۔[معجم البلدان، مادۃ: ماوراء النہر، ج۵ص۴۵] نہر سے مراد "نہرِ جیحون اور سیحون" ہے، جیحون وسطِ ایشیا کا سب سے بڑا دریا ہے۔ یہی دریا آمو بھی کہلاتا ہے۔ پامیر کے پہاڑوں سے نکلنے والے اس دریا کی کل لمبائی ۲۴۰۰ کلو میٹر ہے۔ یہ افغانستان، ازبکستان، تاجکستان اور ترکمانستان سے ہوتا ہوا بحیرۂ ارال میں گرتا ہے۔ گویا ان دونوں کا منتہیٰ ایک ہی ہے۔ بحیرۂ ارال کو خوارزم بھی کہتے ہیں۔ جب کہ دریائے سیحون وسط ایشیا کا ایک اہم دریا ہے۔ یہ دریا کرغیزستان اور ازبکستان کے پہاڑوں سے نکلتا ہے اور مغربی اور شمال مغربی ازبکستان اور جنوبی قازقستان میں ۲۲۲۰ کلو میٹر کا سفر طے کرنے کے بعد بحیرۂ ارال میں گرتا ہے۔[کتاب الجغرافیہ، مفتی ابولبابہ شاہ منصور، سمندری درے، نقشہ: ۱۵، ص۱۰۴]

جسے توران، خراسان، ترکستان، خورازم، وسطِ ایشائی ممالک اور آج کل کی اصطلاح میں چین کے زیرِ تسلط سنکیانگ، مشرقی ترکستان (بلاد الهیاطلة)، مغربی ترکستان یعنی روسی مقبوضہ اور بظاہر روسی تسلط سے آزاد ریاستیں ازبکستان، کرغیزستان، تاجکستان، ترکمانستان اور قازقستان کہا جاتا ہے۔

لفظ خراسان کی لغوی تحقیق: فارسی زبان میں "خر" یعنی سورج کو اور "اَسان" یعنی نکلنے کی جگہ یا وادی کو کہتے ہیں، اس وجہ سے مشرقی علاقوں کو خراسان کہا جاتا ہے۔ یا پھر "خر" سے مراد "ہر چیز" یعنی کل اور "اَسان" سے مراد "سہل اور آسان" ہے، جب کہ یاقوت حمویؒ نے نوح علیہ السلام کے نواسے "عالم" کی اولاد میں ان علاقوں کو آباد کرنے والا "خراسان" نامی شخص مراد لیا ہے۔[معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع، مادۃ: الخاء والراء، ج۲ص۴۸۹]

موجودہ دور میں خراسان کے شہر: فنِ جغرافیہ کے ماہرین حضرات کے آراء اس بارے میں مختلف ہیں:

ا۔ خراسان سے مراد عراق کے علاقے "جوین اور بیہق" سے لے ہندوستان تک اور تاجکستان و ایران کے علاقے سجستان و کرمان خراسان کے علاقے شمار ہوتے تھے، جب کہ پاکستان کے حدود میں قبائلی علاقے پرانے ادوار میں خراسان کہلاتے تھے۔ [معجم البلدان، بلاد خراسان، ج۲ص۳۵۱] ۲۔ قدیم دور میں خراسان کے شہروں میں ایران کا نیسابور اور مروشہر، افغانستان کا ہرات، بلخ، طالقان، نسا وغیرہ علاقے اور ازبکستان کا شہر "سرخس" اور اس زمانے نہر جیحون کے کنارے دیگر آباد شہروں سے مراد "خراسان" ہوتے تھے۔ ۳۔ علامہ بلاذریؒ نے خراسان کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے:

الف: ایک چوتھائی ایرانی شہر بیشاپور، قہستان، طبستان، افغانستان کا شہر ہرات، بادغیس اور ازبکستان کا شہر یوشنج اور طوس شہروں کے گاؤں، قصبہ اور ماتحت علاقے شامل ہیں۔ **ب**: دوسری چوتھائی حصے میں ایران کا شہر مرو، ازبکستان کا شہر سرخس، ابیورد اور افغانستان کا شہر طالقان، خوارزم، آمل اور روز وغیرہ داخل ہیں۔

ج: تیسرے حصے میں نہر جیحون کے مغربی کنارے کا آٹھ فرسخ علاقہ شامل ہے جس میں افغانستان کا شہر فاریاب، جوزجان، تاجکستان کے بالائی علاقے اور خست، اندرابہ، بامیان، بغلان، والج، بدخشان اور سمنجان وغیرہ شہر "خراسان" میں آتے

ہیں۔ د: اسی طرح آخری چوتھائی حصے میں ماوراء النہر کے داخلی علاقے خراسان میں شامل ہیں۔ [المسالک والممالک للمہلبی، بلاد خراسان، ج ۱ص ۱۵۳۔]

افغانستان کا جغرافیائی تعارف:

افغانستان وسط ایشیا اور جنوبی ایشیا میں چاروں طرف سے خشکی میں گرا اکثر ہندو کش پہاڑی سلسلے پر مشتمل ایک زرعی ملک ہے۔ ۵۵۲۹ کلو میٹر جغرافیائی سرحد میں جنوب اور مشرق میں پاکستان کے ساتھ ۲۶۴۹ کلو میٹر لگتا ہے، مغرب میں ایران، شمال مشرق میں چین، شمال میں ترکمانستان، ازبکستان اور تاجکستان ہیں۔ افغانستان کا رقبہ ۶۵۲۲۳۰ مربع کلو میٹر ہے اور ۲۰۱۸ میں آبادی ۳۴۹۴۰۸۳۷ تھی۔

افغانستان کا تاریخی تعارف: خراسان کے تمام شہروں پر عصر عباسی میں مستقلاً باقاعدہ ایک حکومت قابض نہ رہی، بلکہ کبھی ہندوستان میں غزنوی، بابری، تیموری اور مغل خاندان کے ماتحت آتی رہی، تو کبھی صفوی حکمران طالع آزمائی کرتے رہے، تاہم آخری بار ۱۱۶۰ ہجری میں نادر خان کے بعد درانی قبیلے کے سربراہ احمد شاہ ابدالی نے افغانستان پر ایک منظم حکومت تشکیل دیا، جس میں اسی خاندان کے تیمور شاہ، محمود شاہ، شجاع الملک، زمان شاہ اور فتح خان باہمی مشت و گریبانی کرتے ہوئے انگریزی یلغار اور زار روس کے ساتھ چپقلش سے برسر اقتدار آتے رہے۔ تاہم دوست محمد خان کے بعد اس کے بیٹے شیر علی پر انگریزی حملے کے بعد علم جہاد بلند کر کے عبدالرحمن اور اس کے بعد حبیب اللہ خان کبھی روس تو کبھی انگریز کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے سلطنت کی بھاگ دوڑ سنبھالتے رہے۔ لیکن افغانی عوام نے کبھی بھی غیر قوتوں کے کٹھ پتلی حکمرانوں کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ جہاد اور مجاہدین کو سینے سے لگایا اور بعد میں انگریز نے افغانستان کی استقلال کو جبراً تسلیم کر لیا۔ حبیب اللہ کے بعد عنایت اللہ، پھر نادر خان اور اس کے بعد ظاہر شاہ کی ۱۹ سالہ حکمرانی میں یورپی اور اس کے بعد محمد داؤد نے سوشلزم ماحول کو پروان چڑھانے میں کسر نہیں چھوڑی۔ یہاں تک کہ نور محمد ترکئی، حفیظ اللہ امین یکے بادیگرے آئے اور ببرک کارمل کے دور میں روسی انقلاب کے دوران جہادِ افغانستان کا آغاز ہوا۔ اور دس سالہ جدوجہد کے بعد روس کو شکست ہوئی، مگر بدقسمتی سے باہمی جنگ وجدال کے بعد اسلامی نظام کا عظیم دور علمائے حق کی کوششوں سے نمودار ہوا، لیکن امریکی یلغار نے مسلمانوں کے اس خواب کو بھی چکنا چور کر دیا۔ مجاہدین افغان کی سرتوڑ جہادی اخوت نے بیک وقت افغانی عوام کا اعتماد اور کفری قوتوں کے خلاف جہادی اور سیاسی جنگ میں واضح برتری دکھائی اور کفر کو ناکوں چنے چبوانے پر مجبور کر دیا۔

حاصل کلام: سرزمینِ خراسان کا رقبہ تاریخ کے مختلف ادوار میں غلبے اور شکست کے کشمکش میں بڑھتا اور گھٹتا ہوا نظر آتا ہے، موجودہ زمانے کے اعتبار سے خراسان سات ۷ لاکھ مربع میل کا علاقہ ہے جس میں سے چھ ۶ لاکھ مربع میل سے زائد حصہ افغانستان و پاکستان کا حصہ ہے نوے ۹۰ ہزار مربع میل کے قریب ایران میں ہے جس میں اہل السنۃ والجماعۃ رہتے ہیں اور تقریباً دو لاکھ مربع میل روس میں شامل ہے۔ [الفاروق نمبر، جہاد افغانستان]

فصل دوم: اہل خراسان کی فضیلت:

اہل خراسان کی اہمیت کے بارے میں اہلِ علم کے چند اقوال: علامہ عبداللہ الأندلسیؒ لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی یہ روایت "لوکان الایمان بالثریالنالہ رجال من فارس" اس حدیث کا مصداق اہل فارس نہیں، بلکہ اہلِ خراسان ہیں، کیونکہ ان کا اسلام قبول کرنا اسلام میں رغبت کی وجہ سے ہوا۔ پھر اسلامی عبادات خوب شوق اور جذبے کے ساتھ ادا کیے، اسی طرح فرقہ واریت سے دور رہے۔

خراسان کے اکثر شہروں میں فقہاء و محدثین اسلامی تاریخ میں نظر آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر حکومت میں بنیادی کلیدی عہدوں پر اہل خراسان ہی موجود ہوتے ہیں اسلامی تاریخ میں خلافتِ بنوعباس میں برامکہ کی شکل میں موجود رہے، پھر قحطاطبہ، طاہریہ، علی ابن ہاشم اور یا پھر دوسری حکومتوں میں یہی لوگ موجود پائے جاتے تھے۔ اس قول کی تائید نبی کریم ﷺ کے اس ارشادِ مبارک سے بھی ہوتی ہے، جس میں فرمایا: "اہل خراسان ہی حقیقتاً امام مہدیؑ کی سلطنت کے لیے مشرق سے سیاہ جھنڈوں کی حمایت میں آئیں گے"

انہی جھنڈوں کے بارے میں ایک صحیح روایت میں منقول ہے کہ خراسان سے نکلنے والے سیاہ جھنڈوں کو بیت المقدس کے ایلیاء شہر پر گاڑنے کی خاطر اہلِ خراسان کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ اسی وجہ سے احادیثِ مبارکہ میں خراسان کے سیاہ جھنڈوں کا ذکر کبھی شام اور دمشق میں، تو کبھی عراق اور دوسرے شہروں میں مختلف صحابہ کرامؓ سے متعدد اسناد کے ساتھ مروی نظر آتا ہے، جب کہ بعض احادیثِ مبارکہ میں ان سیاہ جھنڈوں کے آپس میں لڑنے کا تذکرہ ملتا ہے۔ شریک بن عبداللہ کا قول ہے کہ خراسان خدائی ترکش ہے، اللہ تعالیٰ جس پر نگاہِ غضب کریں، اہل خراسان کو ان پر مار دیتے ہیں، جب کہ ایک مشہور قول یہ بھی ہے کہ سرزمینِ خراسان سے اسلام اور قبل از اسلام جو بھی جھنڈا اٹھا ہے، وہ اپنی کامیابی کو پہنچا ہے۔

مشہور مؤرخ، لغوی اور محقق علامہ ابن قتیبہؒ فرماتے ہیں کہ اہلِ خراسان در حقیقت اسلامی سلطنت کے انصار، دین کے داعی اور مہمان نواز لوگ ہیں، مگر اس مٹی پر جو بھی قدم قبضے کی نیت سے پڑے ہیں، انہیں ہمیشہ سے جنگوں کا سامنا رہا ہے، کیونکہ یہاں کے لوگ آسانی کے ساتھ نہ تو سرِ تسلیم خم کرتے ہیں اور نہ ہی اتنی جلدی جزیہ اور خراج دینا پسند کرتے ہیں۔ [معجم البلدان، بلاد خراسان، ج ۲ ص ۳۵۱] یہی وجہ ہے کہ جب سلطنتِ بنی امیہ میں دنیاپرستی، عیش و عشرت اور ظلم و جبر کا دور دورہ شروع ہوا، تو سلطنتِ عباسیہ کی بنیاد رکھنے کے لیے ابومسلم الخراسانی کی سرکردگی میں سیاہ جھنڈے یہیں سے نکلے تھے، جس میں بنی امیہ کی مضبوط بادشاہت کو ناکوں چنے چبوانے پر مجبور کر کے بنوعباس کو ۱۲۰ ہجری میں تختِ خلافت دے دی۔ اسلامی عقیدے کے رسوخ میں پختگی اور شعائرِ دین سے محبت کی وجہ سے خلافتِ بنوامیہ سے پہلے اسلامی پرچم یہاں کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوا، مگر بنوعباس کی خلافت کے بعد دینی اطاعت اور اسلامی تعظیم یہاں کے عوام میں رچی بسی اور داڑھی، مسنون لباس، پردہ اور مضبوط جسم و ضخامت یہاں کی بنیادی صفات ہیں۔ اسی وجہ سے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ نے خلافت بنوعباس کے قیام کے لیے اپنے داعیوں کو انہیں اوصاف کے حاملین یعنی اہل خراسان کو سلطنتِ بنوامیہ کے خلاف اُبھارنے کی دعوت دی، کیونکہ یہاں کی دلیری، شجاعت اور بہادری ضرب المثل جانی جاتی ہے۔ [آثار البلاد وأخبار العباد للقزويني، الأقليم الرابع، ج ا ص ۳۶۳۔] اسی بناء پر بعض احادیثِ مبارکہ میں سخت دل، لمبے بالوں والے، دیہاتی القاب اور کنیت نما اسماء یہاں کی امتیازی نشانات میں سے ہیں۔

فصل سوم: پہلی صدی ہجری میں افغانیت پر عربیت کے تاریخی اثرات

۱۔ عصر تابعین و تبع تابعین میں جوں ہی عربی فوجوں نے سرزمینِ خراسان پر قدم رکھا، تو یہاں عرب و عجم میں برابری اور

انصاف کی حکمرانی کا قانون لاگو کیا، جس کی وجہ سے عزت و مرتبہ، حکومتی عہدے اور نان ونفقہ میں عرب و عجم کی تفریق باقی نہیں رکھی۔ چونکہ خراسان کا اکثر حصہ بطور صلح صرف خراج پر فتح ہو چکا تھا اور حکام کی طرف سے دیگر اضافی ہدایا اور ٹیکس پر مکمل پابندی نافذ تھی۔ اس لیے یہاں کے لوگوں کو عربوں کے ساتھ اپنائیت کا احساس ہونے لگا [تاریخ الأمم والملوک للطبری، ج۸ص۱۳۸] **۲۔** عرب و عجم کی اسلامی بھائی چارگی میں بنیادی کردار عربی ولاء اور حلف نے اداء کر دی، کہ جو عجمی جس عربی قبیلے کے ہاتھوں مسلمان ہوتا یا جس کے ساتھ اپنا ولاء اور حلف قائم کرتا، تو قبیلے کے دیگر افراد اس کو اپنے قبیلے ہی کا ایک فرد شمار کرتے، ایسے ہی جو عربی کسی عجمی کے ساتھ اپنا ولاء اور حِلف کا نسبت بناتا، تو دورِ جاہلیت کی طرح یہ معاہدہ پورے قبیلے پر ماننا لازم ہو جاتا۔ یوں عربوں اور عجموں میں اسلامی اخوت رچ بس گئی۔ **۳۔** عربوں نے اقتدار میں اپنی قومی تشخص کو ختم کر کے اسلامی طرزِ انتخاب کو ترجیح دی، جس کی وجہ سے کئی جنگوں میں سپہ سالار اہلِ خراسان میں سے ہوتا تھا، اور کئی شہروں کے گورنر عجمی اہل خراسان ہوتے تھے۔ اس وجہ سے بھی اہل خراسان میں عربیت کو اپنانے کا جذبہ بڑھتا گیا اور اُن کے اثرات آتے رہے۔

۴۔ مذکورہ بالا امور کی وجہ سے خراسان کا عربی گورنر یہاں کے مسلمانوں کو محبوب ہوتا تھا اور اِن کے آپس میں گہرے دوستانہ تعلقات ہوتے تھے [تاریخ الامم والملوک، ج۸ص۲۰۔ الکامل لابن الأثیر، ج۴ص۱۱۰]

۵۔ خراسان میں پانچ مشہور عرب قبائل نے ہجرت کیا تھا، جن میں بنو تمیم، بنو بکر، بنو اُزد، بنو عبد القیس اور اَہل العالیہ شامل تھے۔ ان میں سے ہر ایک قبیلے کے ساتھ ۷ ہزار سے زیادہ عجمی مجاہدین ہوتے تھے۔ [تاریخ الأمم والملوک، ج۸ص۹۰]

۶۔ مسلمانوں کے فتوحات میں روم و فارس اور عراق و شام نمایاں طور پر جانے جاتے ہیں اور ان ممالک کا فتح بھی چونکہ دور خلفائے راشدین میں ہوا تھا، تاہم خراسان کی مکمل فتح دورِ خلفائے راشدین کے بعد ہوئی۔ اور اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ روم و فارس اور عراق و شام کے ساتھ عربوں کے قبل از اسلام روابط تھے، ان کے عادات، اطوار، زبان اور قبائل سے بھی واقف تھے، لیکن خراسان کا معاملہ دیگر مفتوحہ علاقوں سے یکسر جدا تھا، جب کہ اہل خراسان کے عربوں کے ساتھ دور جاہلیت میں روابط بھی تاریخی اعتبار سے نہیں پائے جاتے، یہی وجہ ہے کہ ماوراء النہر اور خراسان کی فتح دیگر اسلامی فتوحات کے مقابلے میں خاصی مشکل رہی اور فتح کے بعد یہاں کے لوگوں کو باج گزار بنا کر فاتحین اور مفتوحین کے درمیان شہروں اور علاقوں میں جدائی اور فاصلے رکھنا سیاسی اعتبار سے ناممکن تھا۔

کیونکہ یہاں کے جنگجو، غیور اور سخی عوام کو اپنے مذہبی رنگ سے نکالنا اور اس کے بعد عربی رنگ چڑھانا اور پھر اپنا باجگزار بنانے کا تجربہ بار بار ہوا، لیکن طویل جنگ، دار الخلافہ سے دوری، رسوم و عادات سے نابلدی اور مذہبی اور جنگجو قوم سے مقابلہ یہاں کے لوگوں میں رچ بسی تھی۔ اس وجہ سے قتیبہ بن مسلم باہلیؒ (۹۶،۴۹ ہجری) نے جب اہل خراسان سے صلح کیا، تو یہ شرط لگائی کہ عرب لوگ خراسانی شہروں میں یہاں کے عوام کے ساتھ رہیں گے۔ [فتوح البلدان للبلاذری، ص۲۴۱] بلکہ کوفہ، شام اور بصرہ کے برعکس یہاں عربوں نے مقامی آبادی میں گھل مل کر زندگی گزارنی شروع کی اور یہاں کی ثقافت میں عربیت کے علمی نقوش گھاڑنے شروع کر دیئے۔ [المجتمعات الاسلامیہ لشکری فیصل، ص۲۴۹] چونکہ خراسان کا جہاد کوفہ، بصرہ اور فارس کے گورنروں کی ماتحتی میں ہوتا رہا، جس کی وجہ سے خراسان میں کوفہ، بصرہ اور فارس کے عرب لوگ جہاد کے لیے منتقل ہوتے رہے، مگر طویل جہادی منصوبوں اور مفتوحہ علاقوں کا کنٹرول برقرار رکھنے کے لیے واپس جانا مشکل ہوا۔ اور بعد میں عربی و عجمی اختلاطی معاشرت نے اہلِ خراسان کو عربوں کے فطری بہادری، غیرت، سخاوت، جفاکشی، اخلاص، للہیت اور مہمان نوازی نے متاثر کیا اور رفتہ رفتہ اہلِ خراسان نے دل و جان سے اسلام کو نہ صرف قبول کیا، بلکہ عربی زبان، عربی ثقافت اور عربی علوم

کو بھی اپنا کر امامت کا درجہ حاصل کیا۔ یہی نسبتیں بعد میں عرب و عجم کے درمیان رشتہ داریوں کا باعث بنی اور عربوں نے خراسانی شہروں کے اسماء والقاب کو اختیار کیا[القبائل العربیہ فی خراسان، ص۳۱۸۔ أعلام تمیم، حسین حسن، ص۱۴۱۔ الموالی لمصری، ص۳۳۲] اور بعد میں اہلِ خراسان مقامی عرب قبائل کے باہمی جنگ اور عصبیت میں بھی حصہ لیتے رہے۔[تاریخ الأمم والملوک، ج۷ ص۲۳۳، ۱۱۲، ۸۵] حتی کہ جب عمر بن عبدالعزیزؒ نے خراسان سے عربی قبائل کو واپس بلانے کا حکم دیا، تو اہل خراسان کی محبت، الفت اور یہاں کے قدر و منزلت اور عربی فوقیت کو چھوڑنے کے لیے عرب قبائل رضا مند نہ ہوئے۔ اور یہاں سر زمینِ خراسان میں ٹھہرنے کو ترجیح دی۔[تاریخ الأمم والملوک، ج۸ ص۱۳۵]اور جب عربوں نے یہاں کے لوگوں میں رشتہ داریاں، بھائی بندیاں اور دیگر معاشرتی روابط بڑھائے، تو یہاں کی دینی ماحول کے ساتھ ساتھ یہاں کی معاشی اور اقتصادی ترقی میں بھی کوتاہی نہیں کی۔[فتوح البلدان، ص۳۴۳۔ تاریخ الأمم والملوک، ج۸ ص۲۰۱۔ الشعر العربی فی خراسان لحسین علوان، ص۸۵]

تاہم افغانیت میں عربیت کے اسلامی اور علمی نقوش تو راسخ ہوگئے اور افغانوں میں اسلامیت کے آثار نمایاں طور پر نظر آئے، لیکن بعد میں آنے والی نسل میں عربی قبائلی نسبت اور عربی زبان رفتہ رفتہ ختم ہوتی گئی۔[فتوح البلدان، ص۴۰۹۔ تاریخ الامم والملوک، ج۶ ص۲۲۵، ج۷ ص۶۵۔ حرکۃ الفتح الاسلامی، ص۲۱۴۔ المجتمعات الاسلامیہ، ۲۱۳، ۲۱۵۔ امتداد العرب لصالح العلی، ص۵۱]

اور جب یمنی قبائل أزد اور بنو خزاعہ میں بنوامیہ کے خلاف جنگ کی لہر اٹھی، تو قیادت مشہور قائد ابو مسلم خراسانی نے سنبھالی اور بنوعباس کو خلافت دلانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔[الکامل لابن الأثیر، ج۴ ص۲۵۱]

یمانی قبائل کا بنوامیہ کی حکومت کے خلاف خراسانی قائدین کے ساتھ اہم کردار:

سر زمینِ خراسان میں بنوعباس کی حکومت کے قیام کے لیے پہلی بار جب سن ۱۰۰ ہجری میں تحریک شروع ہوئی، تو اس تحریک کا قائد ابو مسلم الخراسانی تھا، تاہم دیگر داعی تاجروں کی روپ میں مختلف بلاد اسلامیہ آتے تھے اور جب گرفتار ہوتے، تو یمانی قبائل ان کی سفارش کرتے، جیسا کہ پہلی بار بنوامیہ کے والیٔ خراسان عمرو بن بجیر بن ورقاء کے پاس جا کر انہوں نے سفارش کی۔ یمانی أزدی داعی یحی بن عقیل خزاعی اور آل الرقاد الأزدی ان بارہ یمانی نقباء کی میزبانی اور گرفتاری کے وقت ضمانت کا کردار اداء کرتے رہے۔[تاریخ الأمم والملوک، ج۸ ص۱۳۵۔ ص۱۹۵]

تاہم ان بارہ ۱۲ نقباء کی سرپرستی یمانی أزدی سربراہ سلیمان بن کثیر خزاعی، قحطبہ بن شبیب الطائی الیمانی اور مالک بن الہیثم أزدی کرتے رہے، جو بنوعباس کے امیر محمد بن علی بن عبداللہ عباسؓ اور ان کے بعد ابراہیم الامام سے ہدایات لیتے رہتے تھے۔[العالم الاسلامی فی العصر العباسی، ص۱۴۔ أبو مسلم الخراسانی للوشمی، ص۲۷۔ العلاقات بین العرب والفرس، ص۶۴] جب کہ ان کے مقابلے میں بنو اُمیہ کے مؤید و مددگار قبائل اکثر مضری اور بنو ربیعہ تھے، جن کا سربراہ نصر بن سیار تھا۔[تاریخ الأمم والملوک، ج۹ ص۶۷، ۴۷، ۲۷۔ الکامل لابن الأثیر، ج۴ ص۲۸۵]اسی کشمکش کو دیکھتے ہوئے بنوعباس کے امیر ابراہیم الامام نے باقاعدہ ایک خط لکھ کر ابو مسلم الخراسانی کو عرب قبائل کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی اعزاز و اکرام کا حکم دیا بالخصوص یمانی قبائل کو اپنے گھر کے لوگوں سے تشبیہ دی، یہی بات امام طبریؒ اور امام ابن قتیبہؒ نے نقل کی ہے۔[تاریخ الطبری، ج۹ ص۲۰۴۔ الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ، ج۲ ص۱۰۹۔ الأخبار الطوال للدینوری، ص۳۵۹]

لیکن جب ابن الکرمانی نے ابو مسلم الخراسانی کا ساتھ دیا، تو اس کے بعد سارے یمانی قبائل نے خراسان میں بنوعباس کے صف میں شامل ہوگئے۔[تاریخ الطبری، ج۹ ص۲۱۵۔ تاریخ ابن خیاط، ص۲۸۶] اسی وجہ سے ابو جعفر المنصور اہل یمن کو کہتا: السلطان سلطانکم و الدولۃ دولتکم کہ بادشاہ بھی تمہارا اور حکومت بھی تمہاری ہے۔[تاریخ الیعقوبی، ج۲ ص۳۴۲۔ اخبار الدولۃ العباسیۃ،

ص ۳۳۰]

مذکورہ بالا کلام سے معلوم ہوا کہ خراسان میں خلافت بنو عباس کے لیے بنوامیہ کے خلاف اہل خراسان میں جن عربوں نے ساتھ دیا، ان میں سر فہرست یمانی قبائل تھے، جنہوں نے ابو مسلم الخراسانی کی سرکردگی میں اصل عربی قبائل میں بنوامیہ کے ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کر کے بنو عباس کے لیے دعوت پہنچانے میں یمانی قبائل نے اہم کردار ادا کیا۔

فصل چہارم: خراسان سے اٹھنے والے سیاہ جھنڈوں کے بارے میں روایات کی نقد و جرح کا کشمکش (ایک تحقیقی جائزہ)

نوع اول: گذشتہ کلام کا خلاصہ اور آنے والے تحقیق کی تمہید: گذشتہ تحقیقات کی روشنی میں چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ موجودہ افغانستان کا اکثر علاقہ سرزمینِ خراسان میں داخل ہیں۔ افغانستان کے اکثر شہروں میں عرب قبائل آکر آباد ہوئے اور یہاں پر اسلامی علوم اور عربی ثقافت کے ترویج میں ایک عظیم خدمت سرانجام دیا۔

۲۔ عرب قبائل نے خراسانی اور افغانی شہروں میں عرب و عجم میں باہمی تفریق کو مٹا کر یہاں عجمی خاندانوں میں رشتہ داریاں کیں، جس کی وجہ سے عرب و عجم نسلیں باہم گھل مل گئی۔ خراسانی اور افغانی دونوں قبائل جنگجو، بہادر، سخی اور غیرت مند تھے، جس کی وجہ سے ایک دوسرے کے قریب آنے میں زیادہ دیر نہ لگی۔

۳۔ موجودہ افغانی معاشرے میں فطری خراسانی صفات کے ساتھ ساتھ دورِ اول کے تابعین و تبع تابعین کے ٹھوس اسلامی صفات، عربی نقوش اور دینی خدوخال ماضی بعید و قریب کے تناظر میں کفری طاقتوں کے ساتھ مقابلے کے دوران واضح طور پر سامنے آئی۔ اسلامی تشخص، ملامت کرنے والوں کی ملامت گری کا پرواہ کیے بغیر اللہ تعالی کے احکامات کے نفاذ میں عالمی طاقتوں کے ساتھ ٹکراؤ میں دور نبوی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے طرز پر وسائل کے بغیر محض ایمانی طاقت سے انہیں شکست دیا۔ ۴۔ احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات مزید واضح ہو جائے گی کہ سرزمین خراسان سے اٹھنے والے سیاہ جھنڈے بیت المقدس کے ایلیاء پر گاڑنے میں خراسانی جہاد کا نمایاں کردار ہو گا۔ اور آیت مبارکہ (عِبَادًا لَنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ) کا مصداق ہوں گے اس طرح یہود، ہنود اور کفری طاقتوں کو دجال سمیت شکست سے دوچار کر کے عالمی خلافت کو قائم کریں گے۔

نوع دوم: سابقہ امور کی روشنی میں مشرقی خطوں میں عرب قبائل کی آمد اور یہاں رہائش پذیر ہو کر مختلف سیاسی سرگرمیوں میں مقامی قائدین کو شریک کرتے اور وقتی انقلابات میں بھرپور حصہ لیتے۔

اور جب بنوامیہ کے خلاف سب سے پہلے یزید بن المہلب بصرہ آیا، تو اپنے آپ کو قحطانی کا لقب دے کر بطورِ علامت سیاہ جھنڈے نصب کیے اور اپنی نصرت کے لیے لوگوں کو بلانا شروع کیا[تاریخ الاسلام للذہبی، ج۳ص۹۸، ۹۹، تحقیق: بشار عواد] ایسے ہی جب بنو عباس کی دعوت سرزمینِ مشرق یعنی خراسان سے شروع ہوئی، تو اس کی ابتداء یمانی قبائل کے قائدین سے ہوئی اور ان کی علامت سیاہ جھنڈے تھے۔ ان کی قیادت ابو مسلم الخراسانی کر رہے تھے اور وہ رایات السود سے متعلق روایات نقل کر کے لوگوں کو بنو عباس کی حمایت کے لیے اہل بیت پر بنوامیہ کی ظلم و ستم بیان کرتے اور اہل بیت کی حکومت کے لیے لوگوں کو ترغیب دیتے اور یہ یقین دلاتے کہ اسی سیاہ جھنڈوں میں روئے زمین پر عدل و انصاف کا جھنڈا گاڑنے والے خلیفۃ اللہ امام مہدی ہوں گے۔

لیکن بنو عباس کی حکومت آتے ہی عرب و عجم میں بنوامیہ کے حامی مسلمانوں کو قتل کا نشانہ بنایا گیا اور جیسے ہی زمام حکومت سنبھالی، تو نبی کریم ﷺ کی عترت اور سیدہ فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کی اولاد کو قید و بند کا نشانہ بنا کر ائمہ اہل بیت میں حضرت محمد

بن عبداللہ النفس الزکیہ، ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ اور ان کی حمایت کرنے والے امام ابو حنیفہؒ اور دیگر حضرات محدثین، فقہاء کرام اور جلیل قدر علمائے کرام کو مختلف بہانوں سے قتل کیا گیا۔[دیکھئے: امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی، مصنف مولانا مناظر احسن گیلانیؒ]اور بعد میں بنو عباس کے لیے سرزمینِ خراسان سے فوجوں کی قیادت کرنے والے ابو مسلم الخراسانی کو بلا کر قتل کیا گیا۔ سلطنت عباسیہ کی بنیاد رکھنے والے ابو عبداللہ السفاح اور اس کے بھائی ابو جعفر المنصور کے بعد محمد المہدی کی حکومت آئی۔ جس کا نام محمد، لقب المہدی القرشی الہاشمی اور کنیت ابو عبداللہ تھا۔ جو مشرق یعنی خراسان سے نکلنے والے سیاہ جھنڈوں کی وجہ سے ہی خلیفہ اللہ بنے۔ ان وجوہ کی وجہ سے بعد کے آنے والے اکثر محدثین مثلاً امام ابن علیہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، کتب صحاح کے مصنفین، علامہ ذہبیؒ اور کئی جلیل القدر فقہائے کرام اور محدثین عظام نے سیاہ جھنڈوں سے متعلق راویانِ حدیث پر تو یا خوب جرح کی اور یا سیاہ جھنڈوں سے متعلق روایات کو قبول کرنے میں توقف کیا۔ لیکن بعض جلیل القدر محققین جیسے امام بزارؒ اور امام حاکمؒ وغیرہ حضرات نے ان روایات کی تصحیح کی۔

تاہم سقوطِ بغداد کے بعد بعض جلیل القدر علمی شخصیات نے ان روایات کی اسانید کو از سرِ نو تحقیق و تشریح کی چھلنی سے گزار کر ان روایات کی تحسین کی، جن میں مشہور مفسر، محدث اور عظیم مؤرخ علامہ ابن کثیر کا نام سرفہرست ہے، جنہوں نے رایات السود یعنی سیاہ جھنڈوں سے متعلق روایات کو قبول کیا اور ظہورِ مہدی سے پہلے علامات میں ان جھنڈوں کا بطور خاص تذکرہ کیا۔

ایسے ہی مشہور شارحِ حدیث، نقاد اور شافعی المسلک فقیہ حافظ الحدیث علامہ ابن حجرؒ اور علامہ ہیثمیؒ نے بھی سیاہ جھنڈوں والی روایات کو علمی اور تحقیقی اعتبار سے قبول کیا۔ تاہم فنِ تاریخ کے ان موشگافیوں سے واقفیت رکھنے والے محدثین، فقہاء کرام اور ماضی قریب کے مصنفین نے بھی متقدمین کے نہج پر چلتے ہوئے سیاہ جھنڈوں والی روایات کو یا تو یکسر مسترد کیا اور یا تنقیدی اشکالات کرکے درجۂ قبولیت سے نکالنے کے لیے تطبیق انداز میں ڈالنے کے لیے اتنی سخت شرائط لاگو کر دی، کہ اب ان روایات کو ہاتھ لگانے مشکل ہو گیا تھا۔ لیکن ۱۹۷۹ میں حرم شریف کے اندر امام مہدی کی حکومت لانے کے لیے جہیمان جماعت نے بھی بلاد الحرمین کے محققینِ حدیث کی روش اختیار کرکے سیاہ جھنڈوں والی روایات کے بارے میں ضعیف ہونے کا حکم لگایا، لہذا ان کو ظہورِ مہدی کے لیے بطورِ نشانی قرار دینے سے انکار کیا، جس کے نتیجے میں حرم شریف میں سخت خونریزی ہوئی۔

اس واقعے کے متصل بعد افغانستان پر روسی جارحیت کے دفاع کے لیے عرب و عجم کا ایک بار اتحاد ہوا اور عرب مجاہدین نے افغانی مجاہدین کی مدد کے لیے تیرہ سو ۱۳۰۰ سال بعد دوبارہ سرزمین خراسان کی طرف ہجرت اور جہاد کے لیے سفر کیا، اتفاق سے اس مرتبہ بھی سیاہ جھنڈے لے کر عرب مجاہدین سرزمینِ خراسان میں اترے، مگر اس بار افغانی مجاہدین نے عربوں کی نصرت کو اپنی ماضی اور اپنی عرب و عجم کی اصلیت کا علم نہ رکھنے کے باوجود وہ محبتیں دیں، جس کی نظیر تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ اس کے بعد جب روسی افواج شکست کھا کر بھاگ گئی تو کئی ہزاروں مجاہدین نے اپنا مسکن دوبارہ سرزمین خراسان کو تجویز کیا، مگر اس بار کی رہائش پہلے کی طرح سکون و اطمینان عزت و وقار کی نہیں تھی، بلکہ دنیا بھر کی دشمنی، قطع تعلقی اور ہر قسم کی پابندی کا سامنا کرنا تھا۔ جس کے مقابلے کے لیے افغانی عوام نے قرآنی محبت میں عربوں کی اپنی مثال آپ میزبانی کی اور ان کی خاطر اپنی حکومت کو ختم کرکے بیس ۲۰ سالہ طویل جنگ کو قبول کیا، مگر عرب مہمانوں کو کفری طاقتوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔

بنو عباس کے سیاہ جھنڈوں اور موجودہ سیاہ جھنڈوں میں فرق:

اس تناظر میں سیاہ جھنڈوں سے متعلق روایات کا انکار کرنے والے حضرات اس بات کی طرف توجہ دیں کہ بنو امیہ سے حکومت لینے کا حق بنو عباس کو تھا یا نہیں؟ اس سے قطع نظر اگر اُس زمانے کے حالات اور موجودہ صورت حال کا موازنہ کیا جائے، تو دونوں میں فرق چند وجوہ سے صاف ظاہر ہے۔

۱۔ بنو امیہ اور بنو عباس میں اختلاف سلطنت کے حصول کے لیے تھا اور اس میں ایک فریق کو سلطنت دینے کے لیے سیاہ جھنڈوں والی روایات کو بیان کر کے لوگوں کو یہ زعم کرانا مقصود تھا کہ مشرق سے اٹھنے والے سیاہ جھنڈوں میں آگے جا کر امام مہدیؒ کا ظہور ہو گا۔ یہ طرز چونکہ شرعی اعتبار سے درست نہیں تھا اور اس زمانے میں ان روایات کو بیان کرنے کا مقصد یہی ہوتا تھا، اس وجہ سے ان روایات کو قبول کرنے سے علمائے حق توقف کرتے تھے۔

اور موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈوں والی روایات سے مقصود رائج اسلامی سلطنتوں میں سے کسی ایک سے حکومت چھین لینا مقصود نہیں تھا، بلکہ ان جھنڈوں کا عرب سے آکر سرزمینِ افغان پر قابض روسی افواج کے خلاف جہاد کرنا تھا، جس کے جواز کا اُس زمانے میں کوئی عربی یا عجمی مفتی، عالم اور عام مسلمان بھی منکر نہیں تھا۔

۲۔ بنو عباس کے سیاہ جھنڈے اپنی نسلی تفاخر اور عصبی فوقیت کی خاطر اہل بیت پر ہونے والے مظالم کو استعمال کر کے اپنی حقِ خلافت کو ثابت کرتے تھے۔ جب کہ موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈوں کا عرب ممالک سے افغانستان آنے کا مقصد اسلامی سرزمین سے کفار کے ظلم کا دفاع تھا، محض اخلاص اور للہیت کی خاطر افغانستان پر قدم رکھا گیا۔ بلکہ موجودہ سیاہ جھنڈوں کا مقصد نسلی تفاخر کو ختم کر کے عصبیت کے نعروں کو مٹانا تھا اور ان کا مقصد اپنے لیے حق خلافت لینا نہیں تھا، بلکہ اہل بیت میں سے آنے والے امام مہدی کے لیے بطور تمہید اپنا شرعی فریضہ سرانجام دینا تھا۔

۳۔ بنو عباس کے سیاہ جھنڈوں نے اہل بیت کے نام پر حاصل ہونے والی سلطنت میں اہل بیت کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا، جس کی وجہ سے کئی جلیل القدر فقہائے کرام محدثین عظام اور علمائے حق کو قید و بند اور قتل کیا گیا۔ جب کہ موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈے نہ صرف یہ کہ علمائے کرام، فقہاء اور دیندار لوگوں کی قدر کرتے ہیں، بلکہ اہل بیت کے حقوق کے لیے بعض نام نہاد بعض زندیق اور بدعتی گروہوں کی بھی مخالفت کرتی ہے۔

۴۔ بنو عباس کی خلافت کا مقصد بیت المقدس کو آزاد کرانا مقصود نہیں تھا، بلکہ بیت المقدس کی ایلیاء پر تو سیدنا عمرؓ کے دور خلافت میں اسلام کا جھنڈا لہراتا تھا۔ اور موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈوں کا مقصد خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد مسلمانوں کے قبلۂ اول میں یہودی آبادکاری اور فلسطینی مسلمانوں کو قتل کرنے اور بیت المقدس کو اسرائیل کا دار الخلافۃ بنانے کے خلاف مسلمانوں کے اس سرزمین کو یہودیوں سے آزاد کرانا تھا۔ **۵۔** موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈے درحقیقت اپنی اختیار سے سرزمینِ خراسان کی طرف نہیں آئے، بلکہ تکوینی طور پر جہاد فرض ہونے کی وجہ سے آئے، جب کہ بنو عباس کے جھنڈے محض اپنی اختیار سے بادشاہت کے حصول کے لیے خراسان آئے تھے۔

سیاہ جھنڈوں کا مقصد کیا؟

۱۔ موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈوں کا مقصد حرمین شریفین اور بیت المقدس پر یہود و عیسائیوں کی آمد کے خلاف جدوجہد کر کے مسلمانوں میں جذبہ جہاد پیدا کرنا ہے، جو کہ مستقل دینی شعبہ اور اسلامی حمیت ہے۔

۲۔ موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈوں کا عملی میدان افغانستان، فلسطین، عراق و شام، کشمیر اور برما کے مسلمانوں پر رائج مظالم کو

ختم کرنا ہے، جن کے لیے انہوں نے اپنے جانوں کے نذرانے پیش کیے ہیں۔
۳۔ خلافت عثمانیہ کے سقوط میں حصہ لینے والے عرب ممالک نے انگریزوں کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے مسلمانوں کے سروں سے خلافت کا سایہ ختم کر دیا، موجودہ دور میں سیاہ جھنڈوں کا مقصد اسی خلافت کا احیاء ہے۔
۴۔ پوری دنیا کے مسلمانوں پر قرآن و سنت کے بجائے طاغوتی نظام رائج ہو چکا ہے، جس میں نہ تو مسلمانوں کی جان محفوظ ہے اور نہ ہی ان کی مال و عزت، بلکہ اب تو بلاد الحرمین میں کھلم کھلا فحاشی عریانی اور کفری نظام لانے کے لیے ایک منظم ترتیب شروع ہو چکی ہے۔ موجودہ دور میں سیاہ جھنڈوں کا مقصد مسلمانوں کو اپنی عظمتِ رفتہ دینے کے لیے نظریۂ جہاد کو زندہ کرنا ہے۔ ۵۔ مسلمانوں پر ایک امیر کا مقرر ہونا فرض کفایہ ہے، یعنی اگر مسلمانوں کی ایک جماعت اس مقصد کو پورا کرے گی تو دوسرے مسلمانوں سے یہ فریضہ ساقط ہو گا لیکن اگر مسلمان مکمل طور پر اپنے اس فریضے سے غفلت برتیں گے، تو سارے مسلمان گناہ گار ہوں گے۔ موجودہ دور میں سیاہ جھنڈوں کا مقصد مسلمانوں میں جذبۂ جہاد، مظلوم مسلمانوں کی کسمپرسی کو اپنی مقدور بھر استطاعت کے مطابق اس ظالمانہ نظام کو ختم کرنے کے لیے مسلمانوں کے سروں پر ایک اسلامی امارت تشکیل دینا ہے، تاکہ امت میں تفرقہ اور اختلاف کو ختم کیا جائے۔

سیاہ جھنڈوں سے متعلق روایات کے لیے اصول:

۱۔ مذکورہ بالا امور کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سیاہ جھنڈوں سے متعلق روایات کے بارے میں بنو عباس کے تاریخی تناظر میں ذکر کی جانے والی اصول حدیث کی عللِ خفیہ سے قطع نظر کر کے متاخرین محدثین مثلاً علامہ ابن کثیرؒ، علامہ ابن حجرؒ اور علامہ ہیثمیؒ کے آراء کو لے کر ان روایات کو اصول حدیث، جرح و تعدیل اور روایت و درایت کے سامنے پیش کیا جائے اور ان اصول کی روشنی میں کتاب الفتن کے دیگر روایات کی طرح سیاہ جھنڈوں والی روایات کو بھی ظنی محتمل تطبیقی تشریح کی اجازت دی جانی چاہیے۔ ۲۔ افراط و تفریط سے ہٹ کر اعتدال کی راہ اپناتے ہوئے ظہورِ مہدی سے متعلق متفقہ صحیح روایات کی روشنی میں علامات کی تشریح میں ان روایات کو بھی ایک امکانی حد تک تسلیم کیا جائے۔
۳۔ شاذ، منکر، شدید ضعیف اور موضوع روایات کے علاوہ دیگر ضعیف روایات کے بارے میں چونکہ کبار محدثین کی رائے فضائل اور ترغیب و ترہیب میں بیان کرنے کی ہے، لہذا مذکورہ اصول کی روشنی میں ان روایات کو بھی قبول کیا جائے۔
۴۔ سیاہ جھنڈوں سے متعلق روایات پر یہ اشکال بھی کیا جاتا ہے کہ ان روایات کے معنیٰ میں باہمی تضاد معلوم ہوتا ہے کہیں ان روایات کے بارے میں یہ حکم ہے کہ ان میں رینگتے ہوئے بھی شرکت کرنی چاہیے اور کہیں یہ ذکر ہے کہ سیاہ جھنڈوں سے بچنا چاہیے۔ ایسے ہی کئی روایات میں یہ تذکرہ ہے کہ سیاہ جھنڈے گمراہی کے داعی ہیں اور بہت سے روایات میں ان جھنڈوں کو ہدایت یافتہ جھنڈے کہا گیا ہے۔ ایسے ہی انہی سیاہ جھنڈوں کو گمراہی، فسق اور کفر کہا گیا ہے۔
۵۔ نبی کریم ﷺ کی پیشن گوئیاں قیامت تک آنے والے حالات کے لیے ہیں، ان میں مسلمانوں کے لیے واضح طور پر رہنمائی موجود ہے، تاہم کون سی روایت کس زمانے سے متعلق ہے، اس کے لیے روایت کے معنیٰ و مفہوم پر دقت کے ساتھ توجہ اور حالاتِ حاضرہ کے نشیب و فراز پر گہری نظر رکھنا لازم ہے، جس کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کون سی روایت کس زمانے کے ساتھ متعلق ہے۔
ایسے ہی صرف سیاہ جھنڈے اٹھا کر کامیابی کا نعرہ لگانا حق کی علامت اور نشانی نہیں، بلکہ حقانیت کے لیے قرآن و سنت، خلفائے راشدین، اہل بیت، ائمہ عترت اور صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک کے ساتھ بلا تفریق محبت اور ان کے منہج کی اتباع لازمی ہے، لہذا

صرف قرآن وسنت اور صحابہ کرامؓ کی محبت اور اتباع کا نعرہ لگا کر اہل بیت وعترت کو چھوڑنا جس طرح مکمل دین نہیں، ایسے صرف قرآن وسنت اور اہل بیت وعترت سے محبت کا دعویٰ کر کے صحابہ کرامؓ میں تفریق کرنا گمراہی ہے۔

اس وجہ سے سیاہ جھنڈوں کا منہج اس وقت درست ہوگا، جب یہ مکمل دین پر عمل پیرا ہو۔ اور اگر ان اصول الدین میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑ دے، تو جس قدر منہج اور عمل میں کمی ہوگی، اتنی ان کی صحت وسقم پر بھی اثر پڑے گا۔

۶۔ جس طرح دیگر دینی جماعتوں، اسلامی تنظیموں اور مسلم ممالک کے لیے مسلمانوں کے مقابلے میں کفار سے دوستی جائز نہیں ایسے ہی سیاہ جھنڈوں کے لیے بھی یہ عمل درست نہیں۔ اور اگر کسی ملک، جماعت اور تنظیم کا عمل اس طرح ہوگا، تو جس طرح اس کی صحت وسقم پر اثر مرتب ہوگا، ایسے ہی سیاہ جھنڈوں کا یہ عمل بھی قابلِ گرفت ہوگا۔

۷۔ جس طرح دینی جماعتوں اور مسلم ممالک کی مال، عزت اور خون کی قدر وقیمت عام

انسانوں کے لیے ہے، ایسے ہی سیاہ جھنڈوں کے لیے بھی یہی اصول ہے، کوئی بھی اس افراط وتفریط کا مظاہرہ کرے گا، تو اس کی کارکردگی اور اعتدال پر حرف ضرور آئے گا۔

۸۔ کتب صحاح میں سیاہ جھنڈوں سے متعلق عام طور پر حضرت ثوبانؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور سیدنا ابوہریرۃؓ کی روایات بیان کی جاتی ہے، جن کے بارے میں اہل علم کے مختلف آراء ہیں، ذیل میں ان آراء کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

سیاہ جھنڈوں سے متعلق روایات پر وارد اعتراضات اور ان کے جوابات

ا۔ حضرت ثوبانؓ کی حدیث پر اعتراضات اور ان کا جواب:

حضرت ثوبانؓ کی حدیث یہ ہے:

حدثنا محمد بن يحيى، وأحمد بن يوسف، قالا: حدثنا عبد الرزاق، عن سفيان الثوري، عن خالد الحذاء، عن أبي قلابة، عن أبي أسماء الرحبي، عن ثوبان، قال: قال رسول اللهﷺ: «يقتتل عند كنزكم ثلاثة، كلهم ابن خليفة، ثم لا يصير إلى واحد منهم، ثم تطلع الرايات السود من قبل المشرق، فيقتلونكم قتلا لم يقتله قوم» -ثم ذكر شيئا لا أحفظه فقال- فإذا رأيتموه فبايعوه ولو حبوا على الثلج، فإنه خليفة الله المهدي"

حضرت ثوبانؓ کی اس روایت پر سند اور متن دونوں اعتبار سے اعتراض کی جاتی ہے، جب کہ یہ روایت امام احمدؒ اور امام بزارؒ نے اپنی مسند میں، امام ابن ماجہؒ نے سنن میں، امام حاکمؒ نے دلائل النبوۃ میں، امام ابوعمرو الدانیؒ نے الفتن میں اور رویانیؒ نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔

الف: مسند احمد کی روایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ شریک بن عبداللہ عن علی بن زید بن جدعان عن أبی قلابۃ کے طریق سے مروی ہے۔ اور ابوقلابہ نے حضرت ثوبانؓ سے کوئی روایت نہیں سنی، لہذا یہ سند منقطع ہے [تہذیب الکمال، ج۱۴ ص۵۴۶، باب العین، باب من اسمہ عبداللہ بن زید] اور اس سند میں علی بن زید بن جدعان ہے جو ضعیف ہے [العلل المتناہیۃ، ج۲ ص۳۷۷، کتاب الملاحم والفتن، رقم: ۱۴۴۵]

ب: سنن ابن ماجہ اور دیگر کتب حدیث میں اگرچہ زید بن علی بن جدعان اور انقطاع کی علت نہیں ہے، تاہم اس طریق میں خالد الحذاء عن أبی قلابہ عن أبی أسماء الرحبی عن ثوبانؓ کو امام ابن علیہؒ اور امام احمدؒ نے ضعیف کہا ہے۔ [دیکھئے: العلل للامام أحمد بروایۃ ابنہ، رقم: ۲۴۴۳۔ الضعفاء للعقیلی، ترجمہ: خالد بن مہران الحذاء، رقم: ۴۰۳۔ المنتخب من علل الخلال لابن قدامۃ، رقم: ۱۷۰]

ج: امام بیہقیؒ کی روایت میں عبدالرزاق عن الثوری، درحقیقت امام عبدالرزاقؒ کا تفرد ہے

متنِ حدیث پر اعتراض: حافظ ابن رجبؒ نے اس حدیث کے ضعف کو کئی حفاظِ حدیث سے نقل کرنے کے بعد تبصرہ کرتے ہوئے اس حدیث کے صحت پر اصرار کرنے والوں سے شکوہ کر کے لکھا ہے۔ ''اگر بالفرض یہ حدیث درست بھی ثابت ہو جائے، تب بھی اس کا مصداق سلطنتِ عباسیہ کے قیام کے لیے عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ کا آخری بنو اُمیہ بادشاہ اور ان کے متبعین کو قتل کر کے عظیم خونریزی قائم کرنا تھا، جو واقع ہو چکا ہے۔'' یعنی ان کے مطابق جب ایک حدیث ضعیف ہونے کے باوجود صرف ایک خبر پر دلالت کر رہا ہے، جو واقع ہو چکا ہے، لہٰذا اب مزید کود کرید کی کیا ضرورت؟!! اور اس کے بعد امام احمدؒ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے سیاہ جھنڈوں سے متعلق روایات کو نقل کرنے سے منع کیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک ان روایات کی صحت مشکوک ہے۔ [دیکھئے: مجموع رسائل ابن رجب، ج۳ص ۲۶۴، ۲۶۶]

مذکورہ اعتراضات کے جوابات: **الف:** مسند اُحمد کی سند میں اگرچہ شریک بن عبداللہ، عن علی بن زید بن جدعان عن أبی قلابۃ عن ثوبان کی طریق میں انقطاع کا اعتراض ہوتا ہے کہ ابو قلابہ کا حضرت ثوبانؓ سے سماع ثابت نہیں اور زید بن علی بن جدعان ضعیف ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ سنن ابن ماجہ اور دیگر کتب حدیث میں یہی روایت عن أبی قلابۃ عن أبی أسماء الرحبی کی طریق میں متصل ثابت ہے، جب کہ علی بن زید بن جدعان کے بارے علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ اس کے بارے میں یہ بات ثابت نہیں کہ وہ قصداً عمداً جھوٹ بولا کرتا تھا اور اس بناء یہ روایت رد کر دی جائے، جب کہ بطورِ تابع اس طریق کے علاوہ بھی یہی روایت سنن ابن ماجہ، دلائل النبوۃ للبیہقی اور مسند بزار میں حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے۔ [القول المسدد فی الذب عن مسند أحمد، ج۱ص ۴۲، الحدیث: ۱۳]

ب: امام احمدؒ، امام ابن علیہؒ اور دیگر محدثین نے اگرچہ اس سند کو خالد الحذاء کی وجہ سے ضعیف کہا ہے، تاہم دیگر کئی محدثین مثلاً امام بزارؒ نے اس سند کو صحیح کہا ہے، اور امام حاکمؒ نے اس حدیث کو صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے، اگرچہ امام حاکمؒ کی سند میں محمد بن ابراہیم بن اُرومہ کے علاوہ تمام رواۃ ثقہ ہیں، لیکن یہی روایت اس راوی کے بغیر مستدرک حاکم اور دلائل النبوۃ میں مروی ہے۔ جہاں تک امام احمدؒ، امام ابن علیہؒ اور دیگر محدثین کا علتِ ظاہرہ کے علاوہ علت خفیہ کے حوالے سے اشکال ہے، تو اس کا جواب متن پر کلام کے ذیل میں آجائے گا۔

ج: امام بیہقی کی سند میں اگرچہ عبدالرزاق عن الثوری کا تفرد ہے، تاہم یہی سند امام حاکمؒ نے بھی عبدالرزاق عن الثوری کے طریق سے نقل کیا ہے، جس سے امام بیہقی کا تفرد ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت ثوبانؓ کی متن حدیث پر اعتراض کا جواب: حافظ ابن رجبؒ کے کلام کی روشنی میں یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ اس حدیث پر اگرچہ ان کے نزدیک بھی صحت کے آثار کچھ نہ کچھ ظاہر ہو رہے ہیں، لیکن بنو عباس کا بنو امیہ سے حکومت چھین لینے اور وہاں اس حدیث سے استدلال کر کے عظیم قتلِ عام برپا کرنے وجہ سے وہ اس حدیث کو محل استدلال ٹھہرانے سے نالاں ہیں۔ لیکن اگر کفری طاقتوں کے غلبے اور مسلمانوں کی اس کسمپرسی کے زمانے میں بلاد الحرمین اور اسلامی ممالک پر یہود و نصاریٰ کے قبضے کے خلاف اس طرح کی روایت سے استدلال کر کے حالات پر منطبق کرنا ہوتا، تو یقیناً حافظ ابن رجبؒ اس علت خفیہ میں امام احمد وغیرہ محدثین کی اتباع نہ کرتے، بلکہ فی الفور حدیث کو قابل احتجاج ٹھہراتے۔

واضح رہے کہ اگر حدیث کا ضعف سخت نہ ہو اور واقع بھی اس کی تائید کر رہا ہو، اور اس حدیث کا مصداق آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی محلِ استشہاد نہ ٹھہرائے اور کفر سے قتال نہ کرنے کے لیے یہ بہانہ تراش لیا جائے کہ چونکہ یہ جہاد سیاہ جھنڈے کر

رہے ہیں اور ان کے بارے میں وارد احادیث ضعیف ہیں لہذا میں ان کے ساتھ شریک نہیں ہوتا۔ یہ دلیل نہایت ہی بودا ہے۔ واللہ أعلم بالصواب

۲۔ سیاہ جھنڈوں سے متعلق حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث پر وارد اعتراضات اور ان کے جوابات:

کتب صحاح میں سیاہ جھنڈوں کے بارے میں دوسری روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث ہے:

حدثنا عثمان بن أبي شيبة قال: حدثنا معاوية بن هشام قال: حدثنا علي بن صالح، عن يزيد بن أبي زياد، عن إبراهيم، عن علقمة، عن عبد الله، قال: بينما نحن عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، إذ أقبل فتية من بني هاشم، فلما رآهم النبي صلى الله عليه وسلم، اغرورقت عيناه وتغير لونه، قال، فقلت: ما نزال نرى في وجهك شيئا نكرهه، فقال: «إنا أهل بيت اختار الله لنا الآخرة على الدنيا، وإن أهل بيتي سيلقون بعدي بلاء وتشريدا وتطريدا، حتى يأتي قوم من قبل المشرق معهم رايات سود، فيسألون الخير، فلا يعطونه، فيقاتلون فينصرون، فيعطون ما سألوا، فلا يقبلونه، حتى يدفعوها إلى رجل من أهل بيتي فيملؤها قسطا، كما ملئوها جورا، فمن أدرك ذلك منكم، فليأتهم ولو حبوا على الثلج»

اس بارے میں اعتراض یہ ہے کہ یزید بن أبی زیاد عن ابراہیم عن علقمۃ عن عبداللہ کی اس سند میں یزید بن أبی زیاد حضرت ابراہیم نخعیؒ سے اس روایت میں متفرد ہے، جب کہ یزید بن أبی زیاد عن ابراہیم میں تفرد عام مشہور ثقات کے تفرد کی طرح نہیں، کیونکہ یزید بن أبی زیاد ضبط واتقان کی اعلی مراتب پر فائز نہیں، بلکہ آخری مراتب میں ہے، اس لیے ایسی حدیث میں ان کا تفرد قابل اعتبار نہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابراہیم نخعی کے ساتھ طول ملازمت والے کئی حفاظ اور ثقاۃ کثیر شاگرد تھے، تو پھر صرف یزید بن أبی زیاد کا ابراہیم نخعی کی روایت نقل کرنا اور دیگر رواۃ کا نقل نہ کرنا محل نظر بات ہے۔ اسی وجہ سے امام وکیعؒ، امام احمدؒ اور أبو أسامہؒ نے یزید بن أبی زیاد کے اس تفرد کی وجہ سے اس حدیث کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ [الضعفاء للعقیلی، ج۴ ص۱۴۹۳، ۱۴۹۵]

حدیث ابن مسعودؓ کے متن پر اعتراض: علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ سیاہ جھنڈوں کے ایسی مہتم موضوع پر یزید بن أبی زیاد کا تفرد قابل قبول نہیں، یہی وجہ ہے کہ أبو أسامہؒ نے تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یزید بن أبی زیاد پچاس ۵۰ عدد یمین قسامہ بھی کہے، تب بھی میں اس کو ابراہیم نخعی، علقمہ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا مسلک ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں، کہ ان کے نزدیک اس حدیث کو لے کر حاکمِ وقت کے خلاف خروج جائز ہو، جب ان کا یہ مسلک نہیں (تو پھر بنو عباس کا اس روایت کا لے کر استدلال کرنا کہاں درست ہے) علامہ ذہبیؒ نے ابو أسامہ کی رائے نقل کر کے لکھا ہے کہ قسم بخدا! اس سخت رائے اختیار کرنے میں أبو أسامہ معذور ہے اور میری بھی یہی رائے ہے کیونکہ ان سے پہلے اور بعد کے اکثر ائمہ جرح وتعدیل کا یہی مسلک ہے تو اب یزید بن أبی زیاد کا مسئلہ ہے کہ یا تو جان بوجھ کر ایسی غلطی کی اور یا خطا سے ایسا کہہ ڈالا۔ [سیر أعلام النبلاء، ج۶ ص۱۳۲، ۱۳۱]

حدیث ابن مسعودؓ کے سند پر وارد اعتراض کا جواب: اس حدیث کی سند یزید بن أبی زیاد کے علاوہ مستدرک میں عمر بن قیس عن الحکم عن ابراہیم کے طریق سے بھی مروی ہے۔ ایسے ہی امام دار قطنیؒ نے یہی روایت اپنی کتاب العلل الواردۃ فی الأحادیث النبویۃ میں عمارۃ بن قعقاع عن ابراہیم عن علقمہ کے طریق سے نقل کرنے کے بعد اس طریق کو اصح کہا ہے۔ [علل

دار قطنی، رقم: ۸۰۸، ج۵ ص۱۸۵، مسند ابن مسعود، من عبیدة بن عمرو] اس کے علاوہ یہ حدیث مختلف سندوں اور کئی طرق سے مروی ہے۔ ایسے ہی اس روایت کو حسن کہنا صرف موجودہ زمانے کی بات نہیں بلکہ اس روایت کو علامہ ابن کثیرؒ اور دیگر کئی محدثین نے بھی حسن کہا ہے۔

۳۔ سیاہ جھنڈوں کے بارے میں حضرت ابوہریرۃؓ کی روایت پر وارد اعتراضات اور ان کے جوابات:

مسند أحمد، سنن الترمذی، المعجم الأوسط اور مسند الشامیین للطبرانی میں متعدد طرق سے ذیل کی یہ روایت حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے: حدثنا يحيى بن غيلان، وقتيبة بن سعيد، قالا: حدثنا رشدين بن سعد، قال يحيى بن غيلان في حديثه: قال: حدثني يونس بن يزيد، عن ابن شهاب، عن قبيصة، عن أبي هريرة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، أنه قال: "يخرج من خراسان رايات سود، لا يردها شيء حتى تنصب بإيلياء" **۱۔ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام بیہقیؒ نے تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس سند میں رشدین بن سعد عن یونس بن یزید "رشدین بن سعد" کا تفرد ہے، جسے کسی دوسرے روای نے نقل نہیں کیا، جب کہ خود رشدین بن سعد ایک ضعیف راوی ہے۔**

۲۔ المعجم الأوسط میں امام طبرانیؒ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث امام زہریؒ سے صرف یونس بن یزید نے نقل کیا ہے۔[المعجم الأوسط، رقم: ۳۵۳۶، ج۴ ص۳۱] **اور امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد "هذا حديث غريب" فرمایا جس سے اس روایت کا ضعیف ہونا معلوم ہوتا ہے۔**

حضرت ابوہریرۃؓ کی روایت پر وارد اعتراضات کے جوابات: ۱۔ یہ روایت اگرچہ مشہور کتب حدیث میں " رشدین بن سعد عن یونس بن یزید" کے طریق سے مروی ہے، تاہم رشدین بن سعد کے علاوہ اس روایت کے متابع بھی موجود ہے، جس میں یہی روایت " رشدین بن سعد" کی سند کے ساتھ ساتھ "عبداللہ بن سوید" بھی اس سند میں موجود ہے، جیسا "الفوائد الحنائیات" میں مذکور ہے۔[فوائد الحنائی، الجزء الثانی، رقم: ۵۸، ج۱ ص۳۹۴] اور رشدین بن سعد اگرچہ ضعیف ہے، لیکن عبداللہ بن سوید کا درجہ روایت کی قبولیت میں رشدین بن سعد سے بہتر ہے۔ اس روایت کی یہی طریق ابن البخاری نے اپنی مشیخۃ میں بھی ذکر کی ہے۔[مشیخۃ ابن البخاری، حدیث: تخرج رایات سود، ج۲ ص۱۱۰۰]

۲۔ اس روایت میں اگرچہ صرف یونس بن یزید نے امام زہریؒ سے نقل کیا ہے، تاہم امام بیہقیؒ نے یہی روایت حضرت کعب أحبارؒ کی ایک موقوف روایت سے بھی نقل کیا ہے، جس سے بھی امام زہریؒ کی سند کو ایک گونہ تائید مل جاتی ہے۔

خلاصہ کلام: ۱۔ گذشتہ کلام سے معلوم ہوا کہ کتب صحاح میں مشرق اور خراسان سے سیاہ جھنڈوں کے بارے میں موقوف اور مرفوع کئی روایات موجود ہے۔ ۲۔ جو کئی جلیل القدر صحابہ کرامؓ سے مروی ہے، جن میں حضرت ثوبانؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابوہریرۃؓ شامل ہیں۔ ۳۔ کتب صحاح کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں سیاہ جھنڈوں سے متعلق روایات دیگر صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں، جن میں حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر بن العاصؓ شامل ہیں۔

۴۔ کتاب الفتن لنعیم بن حماد میں دیگر موقوف، مراسیل اور منقطع وغیرہ کئی روایات سیاہ جھنڈوں کے بارے میں مروی ہیں۔

۵۔ ان احادیث کو سیاسی خلفشار، مذہبی تعصب اور مسلمانوں میں باہمی انتشار کے لیے اس زمانے میں استعمال کیا جاتا رہا، جس کی وجہ سے کبار محدثین نے ان روایات کی متن اور سند کو قبول کرنے سے انکار کیا۔

۶۔ بعد کے زمانے میں بنوامیہ اور بنوعباس کی سیاسی کشمکش اور باہمی رقابت سقوطِ بغداد کے بعد نہ رہی، تو کئی محدثین نے اصل روایت کا معنی پیشن گوئی اور ترغیب وترہیب کے طور پر قبول کر لیا، ان حضرات میں علامہ ابن کثیرؒ اور علامہ ابن حجرؒ سر

فہرست ہے۔

۷۔ موجودہ زمانے میں کفری طاقتوں اور اسلامی ممالک پر ان کے قبضے کے خلاف روسی جارحیت کے بعد ان احادیث کے علاوہ قرآن وسنت کے مستند، متفقہ اور مسلمہ نصوص کی وجہ سے جہاد شروع ہوا، جو بعد میں جزیرۃ العرب اور فلسطین کی آزادی کی تحریک میں تبدیل ہوگیا۔ جن کا جھنڈا بھی اتفاقاً سیاہ تھا، جس کی وجہ سے یہ مجاہدین ان احادیث کو اپنی تائید کے لیے پیش کرتے رہے، مگر جہاد، کفر کے غلبے اور مسلمانوں پر رائج ظلم کو جائز قرار دینے کے لیے بعض لوگوں نے ائمہ متقدمین مثلاً عبدالرحمن بن المہدیؒ، امام ابن علیہؒ امام احمدؒ اور امام ذہبیؒ کے آراء نقل کرکے سیاہ جھنڈوں اور اس کے ساتھ کام کرنے والے مسلمانوں کو ملامت کا نشانہ بنایا۔

۸۔ تاہم ان احادیث پر محدثین کے ناقدانہ کلام کی وجہ سے انصاف پر مبنی بات یہ ہے کہ ہم محض فضائل اور وعیدات کی حد تک ان روایات کو تسلیم کرلیں۔ ۹۔ اور اگر محض تکوینی طور پر کہیں سیاہ جھنڈے قرآن وسنت کے مستند نصوص کی رو سے امام مہدی کی نصرت کے لیے آئیں، تو ہم ان احادیث کو بیان کرکے اس عظیم قافلے کے لیے ترغیب اور تیاری کا ماحول بنا سکتے ہیں۔ ۱۰۔ لیکن سیاہ جھنڈوں کا باہمی تنازعہ نہ توامت کے مفاد میں ہے اور نہ ہی اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے، بلکہ اس سے مسلمانوں کی طاقت کمزور سے کمزور تر ہوتی جائے گی۔ تاہم افراط وتفریط سے بچتے ہوئے افغانستان میں روس کے خلاف علم جہاد بلند کرنے والے اور امریکہ کے خلاف طویل جہاد جاری رکھنے والے علمائے افغانستان اور مجاہدین ہی اس بارے میں فیصل کی حیثیت رکھتے ہیں، جن کی بات ماننا عظیم کامیابی کا زینہ اور فتنوں سے بچنا کا واحد راستہ ہے۔

فصل پنجم: افغانی مجاہدین کے فضائل کے بارے میں ممکنہ احادیث کا تطبیقی جائزہ

مغربی عیسائی افواج کا مجاہدین کو حوالہ کرنے کا مطالبہ اور افغانی قوم کا طرز جواب

عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: " لا تقوم الساعة حتى ينزل الروم بالأعماق أو بدابق، فيخرج إليهم جيش من المدينة، من خيار أهل الأرض يومئذ، فإذا تصافوا، قالت الروم: خلوا بيننا وبين الذين سبوا منا نقاتلهم، فيقول المسلمون: لا، والله لا نخلي بينكم وبين إخواننا، فيقاتلونهم، فينهزم ثلث لا يتوب الله عليهم أبدا، ويقتل ثلثهم، أفضل الشهداء عند الله، ويفتتح الثلث، لا يفتنون أبدا فيفتتحون قسطنطينية[صحیح مسلم، باب فتح قسطنطینہ، رقم:

۲۸۹۷، ج۴ص۲۲۲۱] ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک کہ اہل روم "اعماق اور دابق" میں نہیں اتریں گے، جب اہل روم آئیں گے، تو روئے زمین میں سب سے بہتر لوگ اس دن شہر سے نکل کر روم کے خلاف صف بندی کریں گے، اس وقت اہل روم مسلمان مجاہدین سے کہیں گے ہم سے جدا ہونے والے لوگوں کو ہمیں حوالہ کردو، تاکہ ہم ان سے لڑے، مگر مسلمان اہل روم کو جواب دیں گے: نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا، خدا کی قسم: ہم اپنے بھائیوں کو تمہارے حوالہ نہیں کریں گے، تو اس کے بعد اہل روم مسلمانوں سے قتال کریں گے۔ اس دوران ایک تہائی مسلمان بھاگ جائیں گے، جن کا اللہ تعالیٰ کبھی بھی توبہ قبول نہیں کریں گے اور ایک تہائی قتل ہو جائے گا، جو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل شہداء میں سے ہوں گے اور ایک تہائی فتح پالیں گے، جو آئندہ کبھی کسی فتنہ کا شکار نہیں ہوں گے اور پھر ان کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ قسطنطینہ فتح کریں گے۔ اس حدیث کی تشریح آئندہ ابواب میں تفصیل سے ذکر کی جائے گی۔

روم (یورپ) کی آخری مرکز کی فتح میں افغانی قبائل کی شرکت:

عن أبي هريرة، أن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: «سمعتم بمدينة جانب منها في البر وجانب منها في البحر؟» قالوا: نعم، يا رسول الله قال: " لا تقوم الساعة حتى يغزوها سبعون ألفا من بني إسحاق، فإذا جاءوها نزلوا، فلم يقاتلوا بسلاح ولم يرموا بسهم، قالوا: لا إله إلا الله والله أكبر، فيسقط أحد جانبيها - قال ثور: لا أعلمه إلا قال - الذي في البحر، ثم يقولوا الثانية: لا إله إلا الله والله أكبر، فيسقط جانبها الآخر، ثم يقولوا الثالثة: لا إله إلا الله والله أكبر، فيفرج لهم، فيدخلوها فيغنموا-[صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فتح قسطنطینہ، رقم: ۲۹۲۰، ج۴ص۲۲۳۸]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا: کیا تم نے ایک ایسے شہر کے بارے میں سنا ہے جس کا ایک حصہ سمندر اور دوسرا حصہ خشکی میں ہے، تو صحابہ کرامؓ نے جواب دیا: جی ہاں، ہم نے اس شہر کا نام سنا ہے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ ستر ہزار بنواسحٰق کے لوگ اس شہر کے خلاف لشکر کشی نہیں کریں گے، جب یہ مجاہدین یہاں آکر پڑاؤ ڈالیں گے، تو اسلحہ سے جنگ نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی تیر پھینکیں گے، صرف "لا الہ الا اللہ" کا نعرہ لگائیں گے، تو شہر کا ایک جانب فتح ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں ہوگا، راوی کہتا ہے: مجھے یہ معلوم نہیں کہ سمندر والے حصے کے بارے میں فرمایا یا خشکی والے حصے کے بارے میں کہا۔ پھر دوسری بار "لا الہ الا اللہ" کا نعرہ لگائیں گے، تو دوسری جانب مسلمانوں کے ہاتھوں میں آجائے گا، پھر تیسری بار نعرۂ تکبیر لا الہ الا اللہ پکاریں گے تو ان کے لیے پورا شہر کھل جائے گا اور مسلمان شہروں میں داخل ہو کر مالِ غنیمت حاصل کریں گے۔

تشریح: اس حدیث مبارک میں علمائے افغانستان سے متعلق متعدد امور محل استشہاد ہیں، جن میں بنواسحٰق سے متعلق تحقیق کو یہاں ذکر کیا جائے گا اور دیگر تحقیقات آئندہ ابواب میں پیش کی جائے گی۔

امام مہدی کے مددگار اور بنواسحٰق: بنواسحٰق کے ستر ہزار سپاہیوں کا سمندر کے کنارے واقع شہر پر حملہ کرکے نعرۂ تکبیر سے فتح کرنے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس شہر سے مراد قسطنطنیہ ہے، جب کہ بنواسحٰق سے محققین پشتون مراد لیتے ہیں۔ امام مہدی کے فوج میں بنواسحٰق کا تکبیر کے نعروں سے قسطنطنیہ کا فتح کرنا دوسرے کئی احادیث سے ثابت ہے، تاہم اس بات کا جاننا ضروری ہے، سلطنتِ عثمانیہ کے بادشاہ سلطان محمد الفاتح کے ہاتھوں قسطنطنیہ کا فتح ہو چکا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ظہورِ مہدی سے پہلے دوبارہ قسطنطنیہ مسلمانوں کے قبضہ سے نکل جائے گا اور اس کے بعد بنواسحٰق اسے فتح کریں گے، اس بارے میں محدثین کے کلام کی روشنی میں قسطنطنیہ کی فتح اور بنواسحٰق سے متعلق تحقیق کریں گے:

ظہورِ مہدی اور قسطنطنیہ کی فتح: علمائے کرام کے بیانات اور کتب میں پڑھا ہے کہ ظہورِ مہدی سے پہلے رونما ہونے والی تمام نشانیاں پوری ہو چکی ہے، صرف ایک نشانی باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ امام مہدیؒ کے بارے میں احادیثِ مبارکہ میں آیا ہے کہ وہ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے، یعنی (خدانخواستہ) ظہورِ مہدی سے پہلے قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) کو کفار مسلمانوں سے قبضہ کریں گے اور امام مہدیؒ آکر اسے آزاد کریں گے، لہذا استنبول کفار کے قبضے میں جانے سے پہلے اگر امام مہدیؒ ظاہر ہو جائے، تو یہ حقیقی مہدی نہیں ہوگا، کیونکہ حقیقی مہدی استنبول کے فتح کے لیے تشریف لائیں گے، جب کہ استنبول تو سلطان محمد فاتح کے دور میں فتح ہو چکا ہے۔

اس سوال کا ایک جواب یہ ہے کہ (انشاءاللہ) استنبول کا سقوط نہیں ہوگا، امام مہدی کے ہاتھوں فتح ہونے والا شہر استنبول نہیں، بلکہ رومیہ یعنی موجودہ (اٹلی) ہوگا، جیسا کہ ایک روایت میں اس کی وضاحت موجود ہے، جب کہ بعض روایات میں "قسطنطنیہ"

کے بجائے "مدینہ" کا ذکر ہے۔ ["بين الملحمة وفتح المدينة ست سنين، ويخرج المسيح الدجال في السابعة"سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب فی تواتر الملاحم، رقم:۴۲۹۶، ج۴ص۱۱۰]

چونکہ دورِ نبوی ﷺ میں قسطنطنیہ کا اطلاق یورپ کے دارالخلافہ پر ہوتا تھا، اس اعتبار سے موجودہ صورت حال میں اس سے مراد یورپ کی سرزمین کے اہم ممالک کا فتح ہونا مراد ہو سکتا ہے، بعینہ قسطنطنیہ (استنبول) مراد نہیں ہے، اسی کی طرف ایک روایت میں یوں اشارہ کیا گیا ہے: "لا تذهب الدنيا حتى تكون رابطة من المسلمين بموضع يقال له بولان حتى يقاتلوا بني الأصفر، يجاهدون في سبيل الله لا تأخذهم في الله لومة لائم حتى يفتح الله عليهم قسطنطينية وروميه بالتسبيح والتكبير، فيهدم حصنها وحتى يقسموا المال بالأترسة"[اس روایت کو امام ابن ماجہؒ، امام بزارؒ اور امام ترمذیؒ سے نقل کیا ہے، مگر اس اسناد میں "کثیر بن عبداللہ" نامی روای کو جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے، مگر امام ترمذیؒ نے اس راوی کی حدیث کو "حسن" کہا ہے۔ دیکھئے: مجمع الزوائد، باب ماجاء فی الملاحم، رقم:۱۲۵۳۸، ج۷ص۳۴۸] ترجمہ: دنیا ختم نہیں ہوگی، جب تک مسلمانوں کا جنگی معرکہ "بولان"(یعنی گولان) نامی جگہ میں انگریزوں سے نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ کے راستے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کا پرواہ نہ کرنے والے قسطنطنیہ (استنبول) اور رومیہ محض تسبیح اور تکبیر سے فتح نہ کریں گے، اس شہر کا دیوار گر جائے گا اور مسلمانوں ڈھالوں میں سونا چاندی اور مالِ غنیمت تقسیم کریں گے۔

تشریح: اس روایت میں "قسطنطنیہ (استنبول) کا تعارف بطورِ وضاحت "رومیہ" سے کی گئی ہے، جب کہ ایک دوسری روایت میں مدینۃ قیصر ذکر کیا گیا ہے۔ اور ایک روایت میں فرمایا کہ اللہ مسلمانوں کے ہاتھوں قسطنطنیہ اور رومیہ فتح کریں گے، تو ایک صحابیؓ نے پوچھا کہ پہلے قسطنطنیہ فتح ہوگا یا پہلے رومیہ فتح ہوگا، تو آپ نے فرمایا کہ پہلے قسطنطنیہ فتح ہوگا، اس کے بعد رومیہ فتح ہوگا اور رومیہ سے مراد رومۃ الکبریٰ یعنی فاتیکان جسے موجودہ دور میں ویٹی کن سٹی کہا جاتا ہے، جو پوری دنیا کے عیسائی طاقتوں کا مضبوط گڑھ سمجھا جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث میں قسطنطنیہ سے مراد اہل روم یعنی عیسائیوں کا مشہور شہر اور عالمی ہیڈ کوارٹر ہے، جو امام مہدی کے ہاتھوں فتح ہوگا۔ یہی رائے علامہ برزنجی نے الاشاعۃ لأشراط الساعۃ نہایت بسط و تفصیل سے بیان کرکے اسی کو ترجیح دی ہے۔

اور محدث سہارنفوریؒ نے بذل المجہود میں لکھا ہے کہ سلطان محمد فاتح کی فتح کے بعد خروج دجال سے پہلے قسطنطنیہ کا سقوط دوبارہ کفار یا ان کے آلہ کار سیکولر لوگوں کے ہاتھوں چلا جائے گا، جسے امام مہدی کفار کے قبضے نکال کر دوبارہ فتح کریں گے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "**والمراد بفتح القسطنطينية فتح المهدي اياها**" حدیثِ مبارک میں قسطنطنیہ کی فتح سے مراد امام مہدی ہی کی طرف سے اس کا فتح کرنا ہے۔ [دیکھئے: بذل المجہود، ج۷اص۲۰۹]

دونوں توجیہات میں تطبیق: حدیث کے دونوں توجیہات میں بظاہر اگرچہ تعارض نظر آرہا ہے، مگر حقیقتاً یہ تعارض نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ سلطان محمد فاتح کی فتح کے بعد موجودہ دور یہاں کے عوام اگرچہ نام کے مسلمان ہیں، مگر حقیقتاً مسلمانوں کے بود وباش، اسلامی خلافت اور دین کے شعائر سے نفرت کرتے ہو، تو امام مہدی کے زمانے میں یہاں مسلمانوں کا لشکر پہنچ کر تسبیح و تہلیل اور اپنی فوجی کثرت سے ان نام نہاد مسلمانوں کو مغلوب کرکے قسطنطنیہ کو دوبارہ فتح کریں گے، چونکہ یہ شہر یورپ اور ایشیاء کے سنگم پر واقع ہے، لہذا اس کے بعد روم اور یورپ کے دیگر شہر بھی رفتہ رفتہ حقیقی فتح یعنی بزور وجبر مسلمانوں کے قبضے میں آئیں گے۔ شاید اسی لیے قسطنطنیہ کی فتح میں محض تسبیح و تہلیل اور روم ویورپ کی فتح جنگ وجدال کے بعد فتح ہوگی۔

عصر حاضر میں ترکی کے شہر استنبول (قسطنطنیہ) کا دوسرے شہروں کے مقابلے میں جائزہ لیا جائے، تو اسلامی شعائر سے نفرت

کرنے والے سیکولرازم اور مصطفی کمال کی پیروی میں یہی شہر سب سے آگے ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہاں اسلامی جماعتوں کو دوسرے شہروں کی بنسبت زیادہ مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اس شہر پر یورپ کا بود و باش، وہاں کی تہذیب زیادہ مؤثر نظر آتا ہے، جب کہ شامی مہاجرین، عربوں کی عظمتِ رفتہ اور سلطنت عثمانیہ سے نفرت میں سیکولرازم کے اہلکار یہاں زیادہ ہیں۔

چونکہ احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں امام مہدی کا سب سے پہلے بھیجا جانے والا فوج شام کی طرف ترکی کے راستے سے جائے گا، اس لیے آپ ترکی کے اسلام پسندوں کے ساتھ مل کر شام کے مسلمان مخالف گروہوں کا مقابلہ کریں گے، چنانچہ فرماتے ہیں:

"يقاتل السفياني الترك، ثم يكون استئصالهم على يدي المهدي، وهو أول لواء يعقده المهدي، يبعثه إلى الترك" [الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۶۱۴، ج ۱ ص ۲۲۱] ترجمہ: سفیانی ترکی کے ساتھ لڑے گا، پھر سفیانی کا قلع قمع امام مہدی کے ہاتھوں ہو گا، سب سے پہلے فوج بھیجنے کے لیے امام مہدی ترکی بھیجے گا۔

تمہید: احادیثِ مبارکہ کی تشریح سے پہلے یہ بات واضح رہے کہ ترک نسل کا اطلاق احادیث میں دو قوموں پر ہوتا ہے، بنو قنطوراء عیسائی اور سلاجقہ مسلمان، ان میں ایک: مہدی مخالف عیسائی ہیں اور دوسرا: مہدی موافق مسلمان ہیں۔

تشریح: اس روایت سے معلوم ہوا کہ شام کا مسلمان مخالف لیڈر سفیانی ترکی کے خلاف لڑے گا، مگر ترکی کے ساتھ ملکر امام مہدی کی فوج سب سے پہلے شامی لیڈر کو شکست دے گا۔ جب کہ ایک دوسری روایت میں ہے: "أول لواء يعقده المهدي يبعثه إلى الترك فيهزمهم، ويأخذ ما معهم من السبي والأموال، ثم يسير إلى الشام فيفتحها" [الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۱۰۶۰، ج ۱ ص ۳۶۳] ترجمہ: پہلا جھنڈا امام مہدی ترک قوم کی طرف بھیجے گا اور انہیں شکست دے کر ان کے مال و قیدی لے گا، پھر شام کی طرف جا کر اسے فتح کرے گا۔

کیا پشتون نسل طالوت اور بنو اسحٰق کی اولاد ہے؟

پشتون تاریخ پر لکھی گئی کتب میں پٹھانوں کو آریائی، یونانی، طالوت اور بنو اسحق قرار دیا ہے، اگرچہ بعض محققین کی رائے یہ نہیں ہے، تاہم عادات واطوار اور دیگر علامات کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حدیث میں "بنو اسحق" سے مراد پشتون نسل ہے، کیونکہ فتنوں کے اس آخری دور میں پٹھانوں کے علاوہ کوئی بنو اسحق نہ تو مسلمان ہے اور نہ ہی پوری دنیا میں دوسرے قبائل کے بارے میں بنو اسحق کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ تاہم مفتی جاوید خان صاحب کی تحقیق کی روشنی میں یہ رائے مزید مؤید ہو جاتی ہے:

طالوت کے دو بیٹے "ارمیا" اور "برخیا" نامی تھے۔ آگے چل کر "ارمیا" کا بیٹا "افغانا" اور پھر برخیا کا بیٹا "آصف" پیدا ہوا۔ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے وقت "افغانا" کی اولاد اتنی پھیل چکی تھی کہ تمام بنی اسرائیل میں ان کے برابر طاقت ور اور بڑا قبیلہ کوئی دوسرا نہیں تھا پختون قوم اس قبیلے سے تعلق رکھتی ہے۔ [دہ پختون تاریخ: قاضی عطاءاللہ خان، طبع سوم، ۲۰۰۴ء، جدون پرنٹنگ پریس، پشاور، ص ۱۰] اس طرح پختونوں کے بعض علاقے ایسے ناموں سے مشہور ہیں جو بنی اسرائیل کے مشہور مقامات ہیں، جیسے "خیبر" مدینہ منورہ کے قریب یہودیوں کا ایک قلعہ تھا اس نام سے پختونوں کا علاقہ درہ خیبر مشہور ہے جو صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) کے خیبر ایجنسی میں واقع ہے جہاں آفریدی اور شینواری قبائل آباد ہیں۔ اس طرح صدوم جو فلسطین اور شام کے راستے میں آتا ہے جہاں بنی اسرائیل آباد تھے اسی نام سے صوبہ خیبر پختونخوا کا ایک علاقہ ہے جہاں یوسف زئی قبیلہ آباد ہے۔

کیا پشتون نسل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک زوجہ محترمہ کا نام بی بی قتورہ ہے اس سے ابراہیم علیہ السلام کے چھ بیٹے تھے ان میں سے ایک کا نام "یقیسان" ہے۔ یقیسان کی اولاد قینی کہلاتی ہے یہ لوگ علاقہ "پشت" میں آباد تھے [پشت، ایران کے شہر نیشاپور کے نواحی میں آباد ایک علاقہ تھا، اس علاقہ میں تقریباً ۲۲۶ گاؤں آباد تھے۔ معجم البلدان: ابو عبداللہ

یاقوت رملی، ج۱، ص۴۲۵] اس وجہ سے یہ لوگ پشتانہ، پشتون اور پاشتین کہلاتے تھے۔ [پشتون تاریخ کے آئینے میں، ص۴۶]

۱۔ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ پشتون نسل کے خلاف ایک سازش ہے کہ ان کو یہودی نسل سے منسلک کیا جارہا ہے، تو اس بارے میں عرض یہ ہے ہ کہ یہودی مکمل طور پر خراب نسل نہیں، بلکہ قرآن نے ان کو(لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ (113) يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ (114) وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ یہ بھی سب ایک جیسے نہیں ہیں ان اہل کتاب میں کچھ لوگ (حکم خداپر) قائم بھی ہیں جو رات کے وقت خدا کی آیتیں پڑھتے اور (اسکے آگے) سجدے کرتے ہیں۔ (اور) خداپر اور روز آخرت پر ایمان رکھتے اور اچھے کام کرنے کو کہتے اور بری باتوں سے منع کرتے اور نیکیوں پر لپکتے ہیں اور یہی لوگ نیکوکار ہیں۔ اور یہ جس طرح کی نیکی کریں گے اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور خداپرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے) کہہ کر مخاطب فرمایا کہ سارے یہودی ایک جیسے نہیں، بعض ان میں مادہ پرست اور نفس کے پجاری ہیں، لیکن ان میں اولیاء اللہ اور نہایت اچھے لوگ بھی ہیں۔ اور سورۃ آل عمران کے آخر میں ارشاد فرمایا:(وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خَاشِعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ (199))

مذکورہ بالا آیات سے یہ بات خوب واضح ہو جاتی ہے کہ یہود کے نسل سے ہونا عیب نہیں، بلکہ اصل عیب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر نفس پرستی میں مبتلا ہو جائے۔

۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ پشتون نسل کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ نسلِ ابراہیمی سے تعلق رکھتی ہے لہٰذا یہی عنصر تو نبی کریم ﷺ اور اہل بیت میں بھی ہیں۔ یعنی وہ بھی تو نسل ابراہیمی سے ہیں، اور ان حضرات کو ہم نہایت عزت وتکریم سے جانتے ہیں۔ اس وجہ سے یہی بات پشتون نسل میں بھی ہے، اس لیے ان کو اعمالِ صالحہ کی طرف توجہ دینے اور نسلی تقاضوں کی تکمیل میں اطاعتِ الٰہی کو فوقیت دینے کی ضرورت ہے۔

فصل ششم: سرزمین افغان سے سیاہ جھنڈوں کی جزیرۃ العرب کی طرف کوچ

ظہورِ مہدی سے پہلے احادیثِ مبارکہ میں امام مہدی علیہ الرضوان کی تصدیق کے لیے چند علامات ذکر کی گئی، جن میں جزیرۃ العرب، شام اور عراق میں خونی جنگوں کے علاوہ پوری دنیا میں ظلم وجبر اور مسلمانوں پر تشدد کے حالات کا تذکرہ ملتا ہے۔

ان حالات میں مشرق سے بعض لوگوں کا امام مہدی کی نصرت کے لیے راستہ ہموار کرنا اور بطورِ تمہید امام مہدی کی لشکر کے لیے جانی، مالی، سیاسی، عسکری اور اعتقادی تیاری کرنا ہوگا۔ جیسا کہ سنن ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے:

عن عبد الله بن الحارث بن جزء الزبيدي، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «يخرج ناس من المشرق، فيوطئون للمهدي» يعني سلطانه ترجمہ: عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مشرق (یعنی خراسان) سے کچھ لوگ نکلیں گے، جو مہدی سے پہلے ان کے لیے بادشاہت کی راہ ہموار کریں گے۔ [سنن ابن ماجہ، رقم:۴۰۸۸، ج۲ص۱۳۶۸]

تشریح: اس روایت میں مشرق سے امام مہدی کی نصرت کے لیے بطور تیاری ایک لشکر کا تذکرہ ہے، جس کی مزید تشریح دیگر احادیث میں آئی ہے، جب کہ مدینہ منورہ کے مشرق میں خراسان، ہندوپاک اور ایران واقع ہے۔

بیت المقدس کی فتح خراسانی مجاہدین کے ہاتھوں:

عن أبي هريرة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، أنه قال: "يخرج من خراسان رايات سود، لا يردها شيء حتى تنصب بإيلياء" حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے، جنہیں کوئی نہیں روک سکے گا یہاں تک کہ ایلیاء یعنی بیت المقدس پر نصب نہ ہو جائے۔

تشریح: اس روایت میں بیت المقدس کی فتح ان مجاہدین کے ہاتھوں ذکر کی گئی، جو خراسان سے اٹھ کر بیت المقدس تک پہنچ جائے اور کفر کو نکال باہر کر کے اسے آزاد کریں، اس مقصد کے حصول کے لیے بہت تکلیفات برداشت کرنی پڑیں گی، لیکن ان سب مصائب کے سامنے اللہ تعالی کے بعض منتخب لوگ ڈٹ کر مقابلہ کریں گے، جو اللہ تعالی کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامتی کی پرواہ نہیں کریں گے۔ حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المقدس کی فتح کی یہ کوشش سالہا سال کاروائی پر مبنی ہو گی اور اس میں کئی موانع سامنے آئیں گے، لیکن بالآخر یہی جھنڈے بیت المقدس پر نصب ہوں گے۔

مشرق سے امام مہدی کے لیے آنے والے نصرت کی تفصیل

عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إذا وقعت الملاحم، بعث الله بعثا من الموالي، هم أكرم العرب فرسا، وأجوده سلاحا، يؤيد الله بهم الدين» [سنن ابن ماجہ، باب الملاحم، رقم: ۴۰۹۰، ج۲ ص۱۳۶۹] ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب ملاحم یعنی عالمی جنگیں شروع ہوں گی، تو اللہ تعالیٰ موالی یعنی بعد میں اسلام قبول کرنے والوں میں سے ایک لشکر اٹھائیں گے، جو گھڑ سواری میں عربوں سے عمدہ شہسوار ہوں گے اور اسلحہ چلانے میں بہتر ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے دین کی تائید کریں گے۔

تشریح: اس حدیث مبارک کی روشنی میں اگر عصر حاضر میں عربوں کے مقابلے میں اہل افغان کی قربانیوں اور دین کے لیے اپنی سرفروشی دیکھی جائے، تو یہ بات روزِ روشن کی طرح بالکل عیاں ہے کہ اس وقت دنیا بھر کے مسلمانوں میں سے صرف افغانی قوم میں ایسے مجاہدین ہیں، جو دین کی خاطر پوری دنیا سے مبارزہ کرنے کے لیے بالکل تیار کھڑے ہیں، جنہوں نے وقت کے ہر سپر پاور کے مزعوم طاقت کو ناکوں چنے چبوائے اور شکست دے کر ان کے سر سے غرور کا نشہ کافور کر دیا۔

کیونکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے مقابلے میں پیغمبر ﷺ کی پیشن گوئی کے مطابق گھڑ سواری اور اسلحہ چلانے کے اکثر مواقع افغانی قوم کو روسی اور امریکی جنگوں میں ملے ہیں، اس لیے اس روایت میں فرمایا کہ آخری زمانے کے عالمی جنگوں کے دوران انہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنی دین کی نصرت اور تائید فرمائیں گے۔ جب کہ کئی احادیث میں مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈوں کے آنے کا تذکرہ وارد ہے، جو امام مہدی کے ظہور سے متصل خراسان سے نکلیں گے، جیسا کہ علامہ ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ میں خراسان سے متعلق روایات کا تذکرہ فرمانے کے بعد لکھتے ہیں: ''ان روایات سے وہ کالے جھنڈے مراد نہیں، جو ابو مسلم الخراسانی نے بنوامیہ کی حکومت کو چھیننے اور بنوعباس کو ۱۳۲ ہجری میں دینے کے لیے اٹھا کر لائے تھے بلکہ ان جھنڈوں سے مراد امام مہدی کے دور میں نکلنے والے سیاہ جھنڈے ہیں، جن کی قیادت محمد بن عبداللہ علوی، فاطمی حسنی رضی اللہ عنہ کریں گے''۔ [البدایۃ والنہایۃ، ج۶ ص۲۷۸۔]

ظہورِ مہدی سے متصل پہلے خراسان اور مشرق سے نکلنے والے جھنڈوں کے علاوہ بھی خراسان کے سیاہ جھنڈوں کے بارے میں متعدد روایات میں ان سیاہ جھنڈوں کا تذکرہ ملتا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور سے متصل قبل خراسان سے نکلنے والے جھنڈے جادۂ حق کی تکمیل کے لیے عراق کا رخ کریں گے۔ اس کے بعد شام کے شہر دمشق اور غوطہ سے ہوتے ہوئے یمن جائیں گے اور اس کے بعد مدینہ منورہ پہنچیں گے۔ اور جزیرۃ العرب میں بادشاہ کی موت کے بعد

شاہی خاندان میں چپقلش کے بعد سیاسی ابتری اور پھر باہمی جنگ یا پڑوسی ممالک سے جنگ ہو گی۔

سیاہ جھنڈوں کا جزیرۃ العرب میں شاہی خاندان کے درمیان اختلاف کے وقت پہنچنا

عن ثوبان، رضي الله عنه، قال قال رسول الله ﷺ: يقتتل عند كنزكم هذا ثلاثة كلهم ابن خليفة، ثم لا يصل إلى واحد منهم، ثم تقبل الرايات السود من قبل المشرق فيقتلونكم قتلا لم يقتله قوم، ثم ذكر شيئا فإذا رأيتموه فبايعوه، ولو حبوا على الثلج فإنه خليفة الله المهدي. [امام بزارؒ نے اس حدیث کے سند کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے: مسند البزار، مسند ثوبانؓ، رقم: ۴۱۶۳، ج۱۰ص۱۰۰۔]

ترجمہ: بیت اللہ کے پاس خلیفہ کی اولاد میں سے تین لوگ بادشاہت یا خزانہ کے لیے آپس میں لڑیں گے پھر یہ خزانہ یا بادشاہت کسی ایک کو بھی نہیں ملے گی۔ اس دوران مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے اور وہ تمہارے ساتھ اتنی خطرناک جنگ لڑیں گے جو اس سے پہلے کسی قوم نے نہیں لڑی ہو گی پھر اس کے بعد ایک جملہ ارشاد فرمایا جو حضرت ثوبانؓ کو یاد نہ رہا، جب تم اسے دیکھو، تو اس کی بیعت کرو اگرچہ برف پر رینگتے ہوئے گھسیٹتے چل کر کیوں نہ ہو۔

تشریح: اس روایت میں سیاہ جھنڈوں کے لیے ظہورِ مہدی سے پہلے امام مہدی کی نصرت کے لیے پہنچنے کا مبہم وقت بیان کر دیا گیا اور اس کی چند علامتیں بیان کی گئی:

۱۔ بلاد الحرمین پر حاکم خاندان کے درمیان حکومت، بیت اللہ سے متعلقہ امور اور سرزمینِ حرمین میں موجود خزانے کے بارے میں اختلاف شروع ہو جائے گی۔ ۲۔ یہ اختلاف جنگ وجدال سے آگے بڑھ کر باہمی بغض وعداوت اور قتل وقتال تک پہنچ جائے گی۔ ۳۔ جس کے نتیجے میں حکومت طوائف الملوکی اور شکست وریخت کا شکار ہو کر سیاسی انتشار اور تفریق تک پہنچ جائے گی۔ ۴۔ بالآخر یہ اختلاف حاکم خاندان میں تین افراد کے درمیان اختلاف اور قتل وقتال پر رک جائے گی۔ ۵۔ شاہی خاندان میں ان تینوں کے درمیان باہمی کشمکش اور تناؤ کی صورت حال شدت اختیار کرلے گی بالآخر حکومت ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں ملے گی۔

سیاہ جھنڈوں کے لیے تکوینی علامات کے ساتھ ساتھ شرعی ہدایات پر عمل

۱۔ اس روایت میں مذکورہ بالا ہدایات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر ایک اسلامی حکومت موجود ہو اگرچہ برائے نام ہو، لیکن اس میں مسلمانوں کا شیرازہ بکھرنے سے بچتا ہو، تو اس صورت میں حاکم کے فسق وفجور کی وجہ سے حکومت مخالف تحریک شروع کرنا درست نہیں، لیکن اگر حاکم باقاعدہ کفر میں ملوث ہو جائے اور کفری آلہ کار کے طور پر استعمال ہو، یا پھر باہمی اختلافات کی صورت طوائف الملوکی اور کفری طاقتوں کا حرمین شریفین پر بھی قبضہ جمانے کے لیے راہ ہموار کرتا ہو، تو اس صورت میں ان کا بلاد الحرمین میں آکر اسلامی خلافت کے لیے کوشش کرنا شریعت کے مسلمہ متفقہ اصولوں کی روشنی میں درست ہے، جیسا کہ اس حدیث میں فرمایا: (ثم لا يصل إلى واحد منهم پھر یہ خزانہ یا بادشاہت کسی ایک کو بھی نہیں ملے گی)

۲۔ جب حاکم اور جماعت موجود نہ ہو، تو وہاں موجود اہل حل وعقد کے لیے یا علمائے کرام کے لیے یا دینی طاقت رکھنے والوں کے لیے لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کو مزید انتشار سے بچانے کے لیے انہیں ایک شرعی حاکم کا سایہ دے دیں۔ اور اس کے لیے اگر وہاں قتل وقتال کی بھی صورت سامنے آجائے، تو اس سے بھی دریغ نہ کریں، چنانچہ فرمایا: (ثم تقبل الرايات السود من قبل المشرق فيقتلونكم قتلا لم يقتله قوم اس دوران مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈے والے نکلیں گے اور وہ تمہارے ساتھ اتنی خطرناک جنگ لڑیں گے جو اس سے پہلے تم نے اور تم سے پہلے کسی قوم نے نہیں لڑی ہو گی)

۳۔ حدیث کے اس آخری جملے سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اگر بلاد الحرمین میں سیاسی انتشار کو دیکھتے ہوئے کوئی طاقت خلاف شرع امور کا ارتکاب کرتے ہوئے مسلمانوں کے خون کو بلا وجہ بہانے کا راستہ مسدود کرنا چاہیے، جیسا کہ حضرت ثوبانؓ کی اس مذکورہ روایت کے دوسرے طرق میں (یقاتلونکم) کے بجائے (یقاتلونھم) کا ذکر آیا ہے۔

ان دونوں طُرق کے معنٰی کا بغور جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہی خاندان میں قتل وقتال کے بعد سیاسی کشیدگی کی صورت میں دونوں قسم کے سیاہ جھنڈے بلاد الحرمین کا رخ کریں گے۔

ایک قسم کے سیاہ جھنڈوں کے بارے میں فرمایا: (یقاتلونکم) کہ وہ تمہارے خلاف سخت جنگ لڑیں گے یعنی سیاہ جھنڈے بلاد الحرمین میں مسلمانوں کے خلاف سخت جنگ لڑیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سیاہ جھنڈے بنوعباس کے جھنڈوں کے طرح سیاہ جھنڈے لے کر مسلمانوں میں فرقہ واریت اور قتل وقتال کو ترویج دینے اور خون کے پیاسے ہو کر ذاتی مفادات کے لیے لڑیں گے۔

جب کہ اسی روایت کے دوسری طریق میں فرمایا (یقاتلونھم) یعنی بعض مخلصین مسلمان سیاہ جھنڈوں کے ساتھ مل کر شاہی خاندان میں رائج اختلافات کی وجہ سے طوائف الملوکی کی صورت حال میں مسلمانوں کے خون کو بہانے سے بچانے کے لیے اور بلاد الحرمین کی تقدس وعظمت کے حصول کے لیے لڑیں گے۔ اور ممکن ہے کہ ان سیاہ جھنڈوں سے بھی لڑیں گے، جو بلاد الحرمین پر ناحق قبضہ کرنے اور مسلمانوں کی دفاع کے لیے ان دوسرے سیاہ جھنڈوں کے خلاف لڑیں گے۔

۴۔ تاہم دونوں قسم کے سیاہ جھنڈوں اور عام مسلمانوں کے لیے اس حدیث میں یہ ہدایت دے دی گئی کہ اس دوران مسلمانوں کو اس جانب توجہ مرکوز رکھنا چاہیے کہ اگر اس دوران امام مہدی کا ظہور ہو، تو ظاہری سخت حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے اس عظیم قافلے کے ساتھ شریک ہونا چاہیے، جیسا کہ فرمایا (فإذا رأيتموه فبايعوه، ولو حبوا على الثلج فإنه خليفة الله المهدي جب تم اسے دیکھو، تو اس کی بیعت کروا گرچہ برف پر رینگتے ہوئے گھسیٹتے چل کر کیوں نہ ہو۔)

۵۔ عصر حاضر میں ظہورِ مہدی اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر مشکلات: گذشتہ امور سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام مہدی کا ظہور اگر اس دوران ہو جائے، تو شرعی اعتبار سے اس کی بیعت اور خروج بغاوت کے ذیل میں نہیں آئے گی، کیونکہ دنیا بھر میں کہیں بھی مسلمانوں کی متفقہ طور پر ایک شخص کی قیادت پر اتحاد نہیں ہے اور نہ ہی مستقل طور پر مسلمانوں کی کوئی ایک ملک اسلامی قوانین مکمل طور پر نافذ کرنے میں کامیاب نظر آرہا ہے۔ مگر حدیث کی روشنی میں ظہورِ مہدی کے دوران جہاں مسلمانوں کو متفقہ قیادت مہیا نہیں ہو گی، وہیں اُس دور میں امام مہدیؒ کی جماعت کے ساتھ شرکت کرنا نہایت ہی مشکل کام ہو گا، اس لیے حدیثِ مبارک میں اسے "ولو حبوا علی الثلج" فرمایا یعنی مشرق سے سیاہ جھنڈے نکلتے وقت امام مہدی کے ساتھ بیعت کے لیے اگر برف پر رینگتے ہوئے صحبت میسر ہو جائے، تب بھی ان کا ساتھ ہونا ایک غنیمت ہے، مطلب یہ ہوا کہ اس زمانے میں امام مہدیؒ کے ساتھ ہونا ایک مشکل کام ہو گا۔ ایک روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ جب دنیا ظلم وجبر سے بھر جائے، تو حضرت علیؓ کے نسل سے ایک نوجوان آکر اس ظلم وجبر کو اسلام کے عدل وانصاف سے بھر دے گا، تو جب اس وقت کو پاؤ، تو بنو تمیم کے ایک نوجوان کو مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈے اس مہدی کی نصرت کے لیے لائے گا، تو تم اس کے ساتھ ہو جاؤ، یہی مہدی کا دوست ہے۔ [علامہ ہیثمیؒ نے اس روایت کے پہلے حصے کو منکر کہا ہے، جب کہ منقولہ حصہ اس نکارتِ معنوی سے خالی ہے، لیکن ابن لہیعہ کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔ دیکھئے: مجمع الزوائد، رقم: ۱۲۴۱۴، ج۷ ص ۳۱۸]

۶۔ سیاہ جھنڈوں کا تعین اور ظہورِ مہدی:

عراق، ایران جنگ کے بعد کویت کے معاملے میں مغربی طاقتوں کا خلیج آنا خطرے کی ایک بڑی دلیل تھی، تاہم سقوطِ بغداد سے لے کر یمن کی جنگ تک تمام جنگوں کا یکے بادیگرے واقع ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ ظہورِ مہدی کے لیے باقاعدہ طور پر عرب ممالک کے جبری بادشاہتوں کو تکوینی طور پر قدرتِ الٰہی طبیعی امور کے ذریعے آہستہ آہستہ گرا کر "خلافت علی منہاج النبوۃ" قائم کرنا چاہتا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ امام مہدیؒ کے ظہور سے پہلے اسلامی ممالک کی طاقت کفری طاقتوں کے مقابلے میں یا آپس میں ٹکرا کر ختم ہونے کے قریب ہو گی اور امام مہدی کی خلافت ایک نئی ابھرتی قوت کے طور پر سامنے آئے گی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ذخیرۂ احادیث میں تمام روایات میں حضرت ثوبانؓ سے مروی اس حدیث میں مشرق سے نکلنے والے سیاہ جھنڈوں کے سخت جنگ کے بعد ایک جملہ صحابیٔ رسول ﷺ سے تکوینی طور پر بھولا دیا گیا اور بعد والا جملہ موجود ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر حالت میں امام مہدیؒ کی مبارک جماعت کی اتباع اور ان کی بیعت کا حکم دیا گیا ہے۔

مشرق کا اطلاق جس طرح ایران پر ہوتا ہے اسی طرح مشرق کا اطلاق افغانستان پر بھی ہوتا ہے، مگر حضرت ثوبانؓ کی اس حدیث کے علاوہ دیگر روایات میں خراسان کا بھی تذکرہ ملتا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کالے جھنڈوں سے مراد ابو مسلم الخراسانی اور روافض کے جھنڈے مراد نہیں، بلکہ ظہورِ مہدی کے ساتھ ہی متصل اور سیاہ جھنڈے مقصود ہیں، اسی کی وضاحت علامہ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں کی ہے۔ [البدایۃ والنہایۃ، ج۶ ص۲۷۸] واضح رہے کہ موجودہ دور میں مسلمانوں کی کسمپرسی، دنیا بھر میں ان پر ہونے والے ظلم وستم کو ختم کر کے خالص اسلامی خلافت کا قیام کریں گے، عرب میں جاری خونریزی کے نتیجے میں بعض ممالک نے عراق اور شام کے بعد یمن اور بحرین، مصر، تیونس اور لیبیا میں حرمین شریفین پر قبضے کے لیے ظاہری اور مخفی جتنی کوششیں شروع کر رکھی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ مٹھی بھر مسلمانوں کے ظاہری کمزور اور ناکافی اسلحہ کے ساتھ ختم کریں گے۔ دجال اور اس کی فوج کے لیے عیسیٰ علیہ السلام کا نزول فرمائیں گے۔

مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ اور ان کی تشریحات سے یہ معلوم ہوا (واللہ أعلم) کہ امام مہدیؒ کا ظہور اسی دور میں ممکن ہے، جس کی سرکردگی میں عرب ممالک کے تمام مسلمان باقاعدہ ان کی بیعت کر کے شام کی شورش اور عراق، لیبیا و یمن کے حالات کنڑول کر کے اسلامی نظام کا قیام کریں گے اور دیگر مسلم ممالک کے مسلمان یا توان کی خدمت میں اپنا بیعت پیش کر کے اسلامی خلافت کو تسلیم کریں گے یا پھر مقابلے کے لیے سامنے آئیں گے۔

سیاہ جھنڈوں کا خراسان سے عراق اور پھر شام کی طرف جانا: ایک روایت میں ہے کہ خراسان سے نکلنے والے سیاہ جھنڈوں کا کوفہ اور عراق پہنچنا اور اس کے بعد آگے شام کی لڑائی میں پہنچنے کا تذکرۃ ملتا ہے، یہ پیشن گوئی آج کے دور میں بظاہر پوری معلوم ہو رہی ہے۔ [الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۹۰۹، ج ا ص ۳۱۴]

سیاہ جھنڈوں کا آپس میں اختلاف: عن علي بن أبي طالب، رضي الله عنه قال: «إذا رأيتم الرايات السود فالزموا الأرض فلا تحركوا أيديكم، ولا أرجلكم، ثم يظهر قوم ضعفاء لا يؤبه لهم، قلوبهم كزبر الحديد، هم أصحاب الدولة، لا يفون بعهد ولا ميثاق، يدعون إلى الحق وليسوا من أهله، أسماؤهم الكنى، ونسبتهم القرى، وشعورهم مرخاة كشعور النساء، حتى يختلفوا فيما بينهم، ثم يؤتي الله الحق من يشاء» [کتاب الفتن، نعیم بن حماد، رقم: ۵۷۳، ج ا ص ۲۱۰] ترجمہ: علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ جب مشرق سے سیاہ جھنڈے نکلتے دیکھو، تو ہاتھ، پاؤں کو حرکت نہ دو، بلکہ زمین پر ٹھہرے رہو، پھر ان کے بعد سخت دل لوہے کی طرح لوگ ظاہر ہوں گے جن کا کمزور ہونے کی وجہ سے اعتبار نہیں

کیا جائے گا، یہی لوگ "اصحاب الدولة" ہوں گے، جو کسی عہد وپیمان کے پورا کرنے کی پابندی نہیں کریں گے، یہ لوگ حق کی طرف بلانے والے ہوں گے لیکن خود اہل حق میں شامل نہیں ہوں گے، ان کی علامت یہ ہو گی کہ ان کے نام کنیت سے مرکب اور ان کے لقب دیہاتوں کی طرف منسوب ہوں گے، جب کہ ان کے بال عورتوں کے بالوں کی طرح آویزاں ہوں گے، یہ لوگ آپس میں اختلاف کر کے لڑیں گے، پھر ان کے بعد اللہ تعالیٰ جسے چاہے حق کے ساتھ کھڑا کر دیں گے۔

تشریح: اس حدیث مبارک میں قربِ قیامت سے متعلق چند باتیں کی گئی ہیں: **پہلی بات:** سیاہ جھنڈوں کے ظہور کے وقت ہاتھ، پاؤں کو حرکت نہ دو، بلکہ زمین پر اپنے اپنے گھروں کو لازم پکڑو، کہیں باہر نہ نکلو اور اپنے علاقوں میں رہ کر اسلام کی سر بلندی کی کوشش کرتے رہو۔ **دوسری بات:** سیاہ جھنڈوں کے ظہور کے فوراً یا کچھ عرصہ بعد حق بات کی طرف دعوت دینے والے مگر خود ناحق بات پر تُلے ہوئے چند ایسے لوگ ظاہر ہوں گے، جو بظاہر کمزور اور ضعیف نظر آئیں گے، جس کی وجہ سے لوگ ان کی طرف توجہ نہ دی جائے گی، ان کو کسی خاص مجلس میں قابل ذکر شمار نہیں کریں گے، جس کی وجہ سے کہیں بھی ان کا تذکرہ نہ ہو گا۔ **تیسری بات:** نعیم بن حمادؒ کی ایک روایت میں مشرق سے آنے والے سیاہ جھنڈوں کے قائدین کا لباس بختی اونٹوں کی مانند ہو گا، ان کے کپڑے ڈھیلے، بال لمبے، نام کنیتوں والے، جب کہ القاب شہروں کی طرف منسوب ہوں گے، دمشق شہر فتح کرنے کے بعد رحمتِ الٰہی ان سے تین گھڑی یا تین مختلف مواقع میں اٹھائی جائے گی۔ [الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۵۶۴، ج ۱ ص ۲۰۶] **چوتھی بات:** بعض روایات میں اس اختلاف کی یہ تفصیل ذکر کی ہے "سيليكم بعدهم أصحاب الرايات السود، فيطول أمرهم ومدتهم حتى يبايع لغلامين منهم، فإذا أدركا اختلفوا فيما بينهم فيطول اختلافهم "**اس روایت میں** دو لڑکوں کی امارت پر جھگڑا اور ان کے درمیان اختلاف کا لمبا ہو کر طول پکڑنے کا تذکرہ ملتا ہے۔ [الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۵۶۷]

سیاہ جھنڈوں کی دو قسمیں: کتاب الفتن نعیم بن حماد میں سیاہ جھنڈوں سے متعلق روایات کا تجزیہ اور تطبیق کرنے والے ڈاکٹر نور الحلبی حفظہ اللہ نے ان کو مذموم جھنڈوں اور ممدوح جھنڈوں میں تقسیم کیا ہے، جس کا حاصل یہی ہے کہ ابتداء میں کامیابی اور درمیان میں گمراہی اور تحریک کا آخر کفر پر اختتام پذیر ہو گا، ان کے ساتھ بھی سیاہ جھنڈیں ہوں گے۔

کمزور عرب، موالی اور غلام اس تحریک کا حصہ ہوں گے، لیکن بالآخر بہت جلد یہ تحریک اپنی اختتام تک پہنچ جائے گی۔ اور ان سیاہ جھنڈوں کے مقابلے میں دوسری سیاہ جھنڈوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کی ابتداء کمزوری اور شکست سے ہو گی اور آخری اللہ انہیں فتوحات سے نوازیں گے۔

سیاہ جھنڈیں اور امام مہدی کے انصار کو پہچاننے کے علامات:

شخصی علامات: عن محمد ابن الحنفية، قال: «تخرج راية سوداء لبني العباس، ثم تخرج من خراسان أخرى سوداء، قلانسهم سود، وثيابهم بيض، على مقدمتهم رجل يقال له شعيب بن صالح من تميم، يهزمون أصحاب السفياني حتى ينزل بيت المقدس، يوطئ للمهدي سلطانه، ويمد إليه ثلاثمائة من الشام **ترجمہ:** محمد بن الحنفیہ سے روایت ہے، کہ بنو عباس کی حمایت کے لیے سیاہ جھنڈے نکلیں گے، پھر خراسان سے دوسرے سیاہ جھنڈے بر آمد ہوں گے، ان کی ٹوپیاں سیاہ اور ان کے کپڑے سفید ہوں گے، ان کے آگے آگے بنو تمیم کا ایک شعیب بن صالح نامی شخص ہو گا، یہ لشکر سفیانی کو شکست دیتا ہوا بیت المقدس پہنچ جائے گا اور وہاں امام مہدی کے لیے حکومت وسلطنت قائم کرنے کے بنیادی کردار ادا کرے گا، جب کہ ان کی نصرت کے لیے شام سے تین سو ۳۰۰ افراد کا لشکر آئے گا۔ [کتاب الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۸۹۴، ج ۱ ص ۳۱۰] ابو جعفر الباقر کی ایک روایت کو ابو نعیم نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے کہ سفیانی کے مقابلے کے لیے بنی ہاشم کا ایک جوان خراسانی سیاہ جھنڈوں لا کر

سفیانی کو شکست دے گا اور بیت المقدس میں پڑاؤ ڈالے گا اور آئندہ آنے والے مہدی علیہ الرضوان کے لیے بطورِ مددگار جماعت تیار کرے گا، ہاشمی کے اس جماعت کی نشانی کالی ٹوپیاں یا کالی پگڑیاں اور سفید لباس کے ساتھ ان کا امیر بنو تمیم سے ہوگا۔[کتاب الفتن، رقم:۸۹۴، رقم:۸۹۷، ج۱ص۳۱۰، ج۱ص۳۱۱، ۳۱۲] بنو تمیم کا ایک شخص خراسان سے سیاہ جھنڈوں اور ٹوپیوں کے ساتھ سفید لباس میں ملبوس ایک لشکر لاکر بیت المقدس میں سفیانی مخالفِ مہدی طاقت کو شکست دے کر امام مہدیؒ کے آنے سے پہلے تمہیدی لشکر تیار کرے گا، مگر یہ لشکر بنو عباس کے لیے نکلے ہوئے جھنڈوں کے علاوہ ایک دوسرا لشکر ہوگا۔[الفتن لنعیم بن حماد، رقم:۸۹۴، ج۱ص۳۱۰]

اخلاقی علامات: ایک روایت میں ہے مشرق میں امام مہدیؒ کی تائید کے لیے ولی اللہ قسم کے لوگ آئیں گے جو کسی کے الگ ہونے یا مل جانے کی پرواہ نہیں کریں گے اللہ انہیں دنیا کے مختلف علاقوں سے بادل کے ٹکڑوں کی تعداد کی طرح انہیں جمع کریں گے، ان کی مثال اولین وآخرین میں نہیں ملے گی۔[عقد الدرر للسلمی الشافعی، ج۱ص۱۹۹]

سعید ابن المسیبؒ سے روایت ہے کہ بنی عباس کے بعد دوبارہ خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے، جو شام میں ابوسفیان کی آل سے لڑیں گے اور مہدی کے لیے راہ ہموار کریں گے۔[عقد الدرر، ج۱ص۱۹۳] حضرت علیؓ کی ایک روایت میں صراحتاً یہ موجود ہے کہ خراسانی سیاہ جھنڈے سفیانی کو تو شکست دے دیں گے، مگر اس کے بعد جب لوگوں کی تمنا زیادہ ہو کر ناامیدی کی کیفیت پیدا ہو جائے گی، تو اللہ تعالیٰ امام مہدی کا ظہور فرمائیں گے۔[کتاب الفتن، رقم:۹۹۶، ج۱ص۳۴۴]

باب دوم: عصر حاضر میں حق جماعت کی پہچان اور علمائے افغانستان

فصل اول: عصر حاضر میں حق جماعت کی پہچان اور علمائے افغانستان میں ان کی نشانیاں

یوں تو اللہ تعالیٰ دنیا بھر کے تمام نظاموں کا تنِ تنہا خالق اور سارے کے سارے افراد کا واحد لاشریک بادشاہ ہے، مگر عالمِ اسباب کے اس کارخانے میں اللہ تعالیٰ نے وسیع تر حکمت کے تقاضے پورے کرنے کے لیے چند ظاہری و باطنی نظاموں کو وضع کیا ہے۔ جن کی وجہ سے یہ نظام چلتا نظر آرہا ہے، لیکن مسبب الاسباب وہی ذاتِ برحق، یکتا طور پر اس کائنات کو اپنے خاص علم میں رکھے ہوئے اپنی قدرت کے عظیم اور لامتناہی مناظر دکھاتا رہتا ہے۔

دنیاوی نظام برقرار رکھنے میں ظاہری اسباب کے طور پر بھی اللہ تعالیٰ کے پاس بے شمار لشکر جمع ہیں، جنہیں وہی اپنے طور پر کنٹرول کرتا ہے اور وہ سب اسی قادرِ مطلق کے علم میں موجود ہے، چنانچہ فرمایا: (وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا اور اللہ ہی کی ملک میں آسمانوں اور زمین کے لشکر ہیں اور اللہ بڑا زبردست ہے، بڑا حکمت والا ہے) اور ایک دوسری جگہ ارشادِ ربانی ہے: (وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ اور آپ کے پروردگار کے لشکروں (کی تعداد) تو بس وہی جانتا ہے) اس لیے اللہ تعالیٰ کمزوروں کو زور آور کرانے میں اور جاہ و جلال میں مضبوط لوگوں کو ضعف میں مبتلا کرنے کے لیے اپنے خاص افواج کو کبھی کبھار مصلحت و حکمت کے پیشِ نظر خاص مواقع میں اتارتے ہیں۔ جو ظاہری نظر سے دیکھنے والوں کے لیے زیادہ اہمیت کے حامل نہیں ہوتے، مگر عقابی نگاہ رکھنے والوں کے لیے ان لشکروں کی وقعت کہیں زیادہ ہے۔ یہ لشکر اہلِ طاعت کی جماعت ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے احیائے دین کے لیے اپنے مخفی کمین گاہوں میں چھپائے رکھا ہے، ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں اور انہی کے ذریعے اپنے دین کی خدمت لیا کرتے ہیں۔

اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کوشش در حقیقت اللہ تعالیٰ کی مہربانی: اور اس کی دلیل سنن ابن ماجہ کی روایت ہے، جس میں فرمایا: «لا يزال الله يغرس في هذا الدين غرسا يستعملهم في طاعته» یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس دین کی چمن کی

حفاظت میں ایسے رجالِ کار افراد کے ذریعے ایمان و تقویٰ کے پودے لگائے گا جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کر کے اس دین کی خدمت کریں گے۔

اسلام کی حقانیت کے نشان: میدانِ علم و عمل میں باقاعدہ متحرک جماعت: عن أبي أمامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " لا تزال طائفة من أمتي على الدين ظاهرين لعدوهم قاهرين لا يضرهم من خالفهم إلا ما أصابهم من لأواء حتى يأتيهم أمر الله وهم كذلك ". قالوا: يا رسول الله وأين هم؟ قال: "ببيت المقدس وأكناف بيت المقدس "ترجمہ: حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ دین پر قائم، دشمن پر غالب رہنے والا ہو گا، جنہیں نہ تو ان کے مخالفین بڑی نقصان نہیں دے پائیں گے ہاں البتہ سرسری اور ظاہری تکلیف دے سکیں گے، اہلِ حق کی یہ جماعت قیامت تک اسی حالت پر برقرار رہے گی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری فیصلہ یعنی قیامت آجائے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ لوگ کہاں ہوں گے، تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: بیت المقدس اور اس کے اطراف میں۔[مسند احمد، مسند ابی امامۃ الباہلی، رقم: ۲۲۳۱۹، ج۳۶ص۶۵۶]

روایت کا علمی و تحقیقی مقام: اس روایت کا مضمون گیارہ (۱۱) حضراتِ صحابہ کرامؓ، تیئس (۲۳) حضرات تابعینؒ، تینتیس (۳۳) تبع تابعین سے مروی ہیں، اسی وجہ سے علامہ ابن تیمیہؒ، علامہ سیوطیؒ، علامہ زبیدیؒ اور علامہ کتانیؒ وغیرہ کئی حضرات نے اس روایت کے مضمون کو متواتر کہا ہے۔[دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم، ص۸۱۔ قطف الأزہار المتناثرۃ، کتاب الأدب، رقم: ۸۱۔ لقط الآلیٔ المتناثرۃ فی الأحادیث المتواترۃ ص۶۸۔ نظم المتناثر فی الحدیث المتواتر، ص۹۳]

حق پر قائم رہنے والی جماعت کی نشانیاں: امتِ مسلمہ میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر ابتداء سے آخر تک ایک ایسی جماعت برسرِ میدان ہو گی، جو مندرجہ ذیل صفات کے حامل ہوں گی: ۱۔اسلامی شریعت کی پابندی۔ ۲۔دشمن کو مغلوب رکھنے کے لیے کوشاں۔ ۳۔مدِ مقابل کے علم اور وسائل سے متاثر نہ ہوتے ہوئے حق کی چراغ کا جلاتے رہنا۔ ۴۔حق کا جھنڈا تھامے ہوئے موت تک دین پر استقامت کے ساتھ غالب رہنا۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے نبی کریم ﷺ کے اعزاز و اکرام کے لیے اس امت میں ایمانی قوت، مشکل مراحل پر حق پر قائم رہنے کے لیے کفر و شرک کے خلاف ثابت قدمی دکھانا اور وسائل و اسباب کی کمی کا پرواہ نہ کرنا ایک نظر نہ آنے والا ہدیہ ہے۔ [صحیح مسلم بشرح النووی، کتاب الامارۃ، باب لا تزال طائفۃ من امتی، رقم: ۱۹۲۰]اس حدیثِ مبارک میں امت کے افراد میں مذکورہ صفات کی خبر دینا حقیقتاً عوام و خواص کو ان صفات کے پیدا کرنے اور ان کے حصول پر ابھارنے کے لیے ہے۔

امت مسلمہ میں اہلِ حق کی تعداد: موت کا خوف اور دنیا کی محبت کو نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کے دلوں سے کفار کا رعب نکلنے کی علامت قرار دیا ہے اور آخری زمانے میں مسلمانوں کی تعداد سمندر کے جھاگ کے برابر ہونے کے باوجود کفر کا غالب ہونے کی اصل وجہ ارشاد فرمائی ہے، جیسا کہ موجودہ دور میں ۵۷ ستاون اسلامی ممالک کے پاس دنیا بھر کی افرادی قوت اور اسباب کی کثرت کے باوجود مسلمان مغلوب و مقہور ہے۔ اس کی بنیادی وجہ دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے، لیکن اس متواتر حدیث کی روشنی میں ہمیں موجودہ دور میں دلیل کے اعتبار سے اسلام کی حقانیت اور دینِ اسلام کے لیے دنیا کے کونے کونے میں اپنے جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے افراد کی ایک بڑی تعداد بھی نظر آتی ہے۔ چنانچہ علامہ سندیؒ اس حدیث کی شرح میں انہی نکات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے: اس حدیث میں "طائفۃ" کی تنوین تکثیر اور تقلیل دونوں کے لیے ہو سکتا ہے۔ یا یہ تنوین تعظیم کے لیے بھی ہو سکتا ہے یعنی ان کی عظمت و فضیلت زیادہ ہو گی، اگرچہ تعداد کم ہو، کیونکہ بسا اوقات

ایک فرد کی قوت وطاقت کئی ہزار سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔[شرح ابن ماجہ للسندی، باب اتباع سنۃ رسول اللہ ﷺ رقم:٦]

اہلِ حق کی علامت: دلیل اور قوت کے اعتبار سے برتری: اس حدیث مبارک میں اہلِ حق کی ایک علامت یہ بیان ہوئی کہ حق کے لیے برسرِ پیکار، دین پر مر مٹنے والی یہ جماعت ہمیشہ غالب، منصور اور اسلامی خدمت میں نمایاں کردار ادا کرتے نظر آئے گی۔ عصرِ حاضر کے تناظر میں اگر دین کے لیے ہر میدان میں محنت کرنے والے افراد کو دیکھا جائے، تو ان کی حقانیت اور بلند مقام اپنوں اور غیروں دونوں کی نظر میں واضح طور پر موجود ہے، جن میں ہر دور کے فقہاءؒ ومحدثینؒ شامل ہیں، جنھوں نے وقتی طاقتوں کے سامنے حق بات کو دوٹوک انداز میں بیان کرکے اسلام کی حقانیت کے لیے ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کیں، لیکن ظالم بادشاہ اور ناحق نظام کے سامنے زیر نہ ہوئے، یزیدی لشکر کے سامنے امام حسینؓ کا کردار، حجاج کے سامنے سعید بن جبیرؒ کا اعلانِ حق، امام ابوحنیفہؒ کا اہلِ بیت کے لیے اموی اور عباسی خلفاء کے کوڑے برداشت کرنا، امام شافعیؒ کا ابو حفص القرد کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کرنا، امام احمد بن حنبلؒ کا خلقِ قرآن کے مسئلے میں قید وبند اور کوڑوں کی سزائیں سہنا اور امام ابن تیمیہ کا تاتاری یلغار کے خلاف اعلان جہاد کرنا وغیرہ کئی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

جب کہ موجودہ دور میں عالمی کفر کے خلاف امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کا وقتی فرعون امریکہ اور عالمی طاقتوں کے مقابلے میں چند سرفروشوں کے ساتھ کھڑے ہونا اسلام کی حقانیت اور حق کے غلبے کی واضح دلیل ہے۔

نہی امور کی طرف شارحینِ حدیث نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ظاهرين على الحق "أي غالبين على الباطل ولو حجة" یعنی وقتی باطل اپنی طاقت کے بل بوتے غالب آئیں گے لیکن حق ان کے سامنے دلیل کے اعتبار سے غالب ہوگا۔ [تحفۃ الأحوذی بشرح جامع الترمذی، باب ماجاء فی الأئمۃ المضلین، رقم:٢٢٢٩] علامہ سندیؒ نے فرمایا: منصورين "أي بالحجج والبراهين، أو بالسيوف والأسنة، فعلى الأول هم أهل العلم وعلى الثاني الغزاة" اہلِ حق ہمیشہ کامیاب ہوں گے، کبھی حجت اور دلیل کے ساتھ اور کبھی اسلحہ، تلواروں اور نیزوں کے ساتھ۔[شرح سنن ابن ماجہ للسندی، باب اتباع سنۃ رسول اللہ ﷺ، رقم:٦]

اہلِ حق کی دوسری علامت: اجتماعی معاشرے پر ان کی حقانیت نمایاں: اس حدیث کے کئی دوسرے طرق میں اہلِ حق جماعت کی پہچان یہ بیان کی ہے کہ اجتماعی عام معاشرے میں اگرچہ کفار وفساق کی محنتوں اور دنیوی مراعات کی وجہ سے اس کمزور جماعت کی طرف اگر کہیں رغبت نہ ہو، لیکن عقلِ سلیم اور قلب مستقیم والے افراد کے سامنے اہلِ حق کا پہچاننا مشکل نہیں ہوگا، بلکہ ان کی حقانیت اور ان کے مقابلے میں رہنے والے دنیا پرست اور منافقین کا طریقہ اور ان کے دلائل کی کمزوری سب کے سامنے واضح طور پر مسلم ہوگی، جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا: ظاہرین علی الناس۔

اہلِ حق کی تیسری علامت: سیاسی اعتبار سے غالب: مسلمانوں کے اندر موجود منافقین اور کفر کے آلہ کار افراد پر اہلِ حق کی جماعت دلیل اور حجت کے اعتبار سے اگرچہ ہمیشہ غالب رہے گی، لیکن کفار اور منافقین کی کاوشوں کی وجہ سے کمزور اہلِ ایمان کا اس جماعت کے ساتھ مل جانا بظاہر مشکل ہوگا، لیکن مصائب کے سامنے ڈٹ جانے والوں اور حق پر مر مٹنے والوں کے لیے حق کے ساتھ کھڑا ہونا بچند وجوہ ناممکن نہیں ہوگا: **ایک**: تو اس وجہ سے کہ کفار کے اشاروں پر چلنے کی وجہ سے ان کا روپ ظاہر ہو چکا ہوگا اور اسلام اور احکاماتِ اسلام کی مخالفت کی بناء پر ان منافقین کی حقیقت واضح ہو چکی ہوگی۔ **دوسری** وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات منافقین کو توجہ نہ دینا اور ان کو اپنے مخالفین میں بظاہر شمار نہ کرنا اور وقتی طور پر ان کے شر سے محفوظ ہونے کے لیے اپنے ساتھ جوڑے رکھنا بھی ان منافقین کو باطل کے ساتھ نہ مل جانے پر مجبور کردے گا، جیسا کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول نے مسلمانوں کو ایک سفر میں **"ذلیل ترین افراد"** کہا مگر نبی علیہ السلام نے اسے کچھ نہیں کہا۔ **تیسری** وجہ یہ ہے کہ آخری زمانے کی فتنوں کے

بارے میں احادیث میں فرمایا کہ اس زمانے میں کئی جماعتیں نہیں ہوں گی، بلکہ صرف دو جماعتیں ہوں گی، ایک خالص ایمان والوں کی جماعت اور دوسری خالص کفار و منافقین کی جماعت۔ [سنن ابی داؤد، کتاب الفتن، رقم: ۴۲۴۲]

اہل حق کی چوتھی علامت: اپنی مشن میں کسی کی ملامتی کا پراوہ نہ کرنا: قیامت تک حق کی کامیابی کے لیے تن من اور دھن کی قربانی دینے والی اس جماعت کی ایک بڑی نشانی یہ بیان فرمائی ان کے دل اہلِ حق کی جماعت کے ساتھ یکسوئی کے ساتھ جمے ہوئے ہوں گے، کسی ملامت گر کی ملامت، ان کی باتوں کو جھوٹا کہنے یا اس کے مقابلے میں تکلیف دینے والوں کی تکلیف کا پرواہ نہیں کریں گے، بلکہ اہلِ حق کی اس محنت میں جان و مال کی ہر قربانی کو دیتے ہوئے ہر مصیبت کو صبر واستقامت کے ساتھ سہتے ہوئے تنہائی، رسوائی، غربت اور اولاد وغیرہ پر سب مشکلات برداشت کریں گے اور عزت کو دھاؤ پر لگائیں گے، مگر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں گے، چنانچہ ان تمام امور کی طرف حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے، فرمایا: (لا یضرھم من خذلھم) ایک دوسری روایت میں فرمایا: (لا یضرھم من خالفھم) حدیث کے ایک دوسرے طریق میں فرمایا (ما یضرھم من کذبھم) اور (الا ما اصابھم من لأواء) حدیث مبارک میں وارد ان الفاظ کو اگر بغور پڑھے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس جماعت میں چند علامات ہوں گی:

الف: اس جماعت کے پیروکاروں کو ہر طرف دنیوی مفاد کثرت کے ساتھ ملیں گی، ہر جانب شہوتوں اور انسانی و شیطانی وسوسوں کا زور ہوگا، مگر یہ افراد اللہ تعالیٰ کی مدد سے جانی، مالی، نفسی اور گرد و پیش کے ماحول کا پرواہ کیے بغیر حق بات پر قائم ودائم رہیں گے، چنانچہ ایک دوسری حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا، فرمایا: (یاتی علی الناس زمان الصابر فیھم علی دینہ کالقابض علی الجمر) [سنن الترمذی، باب ماجاء فی النہی عن سب الریاح، رقم: ۲۲۶۰] **ب:** منافقین اور کفار وفساق کے مختلف تدابیر، خفیہ اور ظاہری مصائب کا ان کے نفوس پر ذرہ برابر اثر نہیں ہوگا، بلکہ دور نبوی ﷺ میں جنگ احد کی طرح سخت مصائب کے دوران جس طرح صحابہؓ کے ایمان ویقین میں اضافہ ہوتا تھا، ان کے ایمان میں بھی اضافہ ہوگا۔

ج: فرعونی ظلم وتشدد کے اثرات صرف اہلِ حق پر منحصر نہیں ہوتے تھے، بلکہ ان کے خاندانوں پر بھی ظلم کے پہاڑ ٹوٹتے تھے، بنی اسرائیل کے بچوں کو پیدا ہوتے ہی ذبح کیا جاتا تھا ایسے ہی اس امت میں اہلِ حق کی جماعت کے اولاد اور بیوی بچوں کو تکالیف دینے کے باوجود یہ حضرات دین کو چھوڑنے یا اپنے خاندان کے افراد کی تکالیف کو دیکھتے ہوئے حق بات سے نہیں ہٹیں گے۔ **د:** جانی مصائب، اولاد اور خاندان کے تکالیف، گرد و پیش کے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر حق پر اپنا جان و مال نچاور کریں گے، کیونکہ ہر طرف سے ان کے ساتھ تعاون اور مدد کے دروازے بند ہو چکے ہوں گے، لیکن ان کا پرواہ کیے بغیر اپنی مدد آپ کے تحت دین کی سربلندی کی اس عظیم مشن پر تن تنہا اور نہتے ہو کر اکیلے چلیں گے، اسی کی طرح علامہ مبارکفوریؒ نے اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے: (لا یضرھم من خذلھم "أي ترك نصرھم ومعاونتھم") مدد اور تعاون نہ کرنے کا پرواہ نہیں کریں گے۔ جب کہ علامہ سندیؒ نے فرمایا: (أي لم یعاونھم ولم ینصرھم من الخلق، فانھم منصورون باللہ، فلا یضرھم عدم نصر الغیر) لوگوں کے تعاون اور نصرت و مدد نہ ہونے کے باوجود اللہ کے لیے اس کا پرواہ نہ کریں گے۔

اہلِ حق کی چوتھی علامت: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اقتصادی نصرت: اس حدیث کے ایک روایت میں حضرت ثوبانؓ کی جس روایت کو سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد میں نقل کیا گیا ہے، اس میں قیامت تک حق پر قائم رہنے والی اس جماعت کے بارے میں اس حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ میری امت پر ایسے دشمن کو مسلط نہ فرما، جو انہیں مکمل طور پر ختم کر دے اور ان پر قحط نازل مت کر، جس کی وجہ سے میری امت غربت اور قحط سالی کی وجہ سے فنا ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی اس دعا کو

قبول فرمایا، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس جماعت پر مختلف آزمائشیں آئیں گی، لیکن اللہ تعالیٰ اہلِ حق کی جماعت کو ایمان، طاعات اور ذکر واذکار کے علاوہ قلبی استغناء، ایثار وقربانی کا وہ عظیم سرمایہ دیں گی، جس سے ان کے دل مالدار ہو جائیں گے اور اس کے بعد نصرتِ الٰہی شروع ہو جائے گی، جیسا کہ دجال کے دور میں قحط کے زمانے میں تسبیح و تہلیل پر کھانے کا گزارا ہو گا۔

اہلِ حق جماعت کی پانچویں علامت: وسائل کی کمی کے باوجود عسکری برتری: اس حدیثِ مبارک میں اہلِ حق کی ایک بڑی علامت یہ بیان فرمائی کہ تمام موانع اور رکاوٹوں کے باوجود مخلص مؤمنوں کا یہ گروہ وسائل کی کمی اور افرادی قلت کے ساتھ بھی دشمن پر غالب آئے گا اور اگر کبھی کبھار لغزشوں یا رنجشوں کی وجہ سے عارضی شکست بھی ہو جائے، جیسا کہ احد اور حنین میں ہوا تھا، مگر اس وقت بھی دشمنوں کے دلوں پر مسلمانوں کا رعب ودبدبہ جما ہوا ہو گا۔

قیامت تک اہلِ حق کی جماعت خدائی قانون کے مطابق اگر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کوشش کرتے رہے، تو فتح ان کی ہو گی، اگر چہ وقتی طور پر عارضی شکست کا سامنا کرنا پڑے۔ اسی نکتے کی طرف حدیث میں اشارہ کیا گیا، فرمایا: (منصورین یعنی دلیل وحجت کے طور پر بھی اور اسلحہ و تلوار کے ذریعے بھی یہ جماعت کامیاب ہوں گی) مزید فرمایا: (لا تزال من امتی طائفة منصورین قاهرین لعدوهم یعنی میری امت میں ایک جماعت قیامت تک دشمن پر غالب اور کامیاب ہو گی)

فصل دوم: عصرِ حاضر میں مذکورہ بالا ان علامات کا تطبیقی جائزہ

(لا تزال من امتی طائفة منصورین) یہ حدیث اگرچہ جان ومال، عزت ورتبے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کی جانے والی ہر محنت کے بارے میں عام ہے، جیسا کہ کئی جلیل القدر محدثین کی اس بارے میں تصریحات موجود ہیں، لیکن ان تمام میں سب سے زیادہ قربانی علمائے کرام مجاہدین کی ہیں، کیونکہ علمِ دین کو حاصل کرتے ہوئے اس حدیث کے ایک جانب میں مصداق ہوئے، پھر اس علم کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے تکلیف برداشت کیں، تو دوسری جانب میں اس حدیث کے ذیل میں آ گئے، اسی طرح علم اور اس کی ترویج میں مال واولاد کو چھوڑا تو اس طرح بھی اس **"طائفہ منصورہ"** میں آ گئے۔

لیکن رفتہ رفتہ ادنیٰ سے اعلیٰ تک ترقی کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال کو لوٹایا، بچوں کو یتیم چھوڑا، بیویوں کو بیوہ کر کے بے سر وسامان کیا، معاشرے کے طعنوں اور حکومتوں کی مخالف کا پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے جان کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے دین کی سر بلندی کو فوقیت دی۔ اسی وجہ سے اس حدیث کو امام بخاریؒ نے کتاب فرض الخمس اور قتال کے فضائل میں ذکر کیا، جب کہ امام ابوداؤدؒ نے کتاب الجہاد باب فی دوام الجہاد میں اور امام دارمیؒ نے بھی کتاب الجہاد میں ذکر کر کے اس بات کو واضح کر دیا، کہ ہر دور میں طائفۂ منصورہ کا حقیقی اور مکمل بلاواسطہ مصداق کے طور پر علمائے کرام مجاہدین کو مراد لیا جا سکتا ہے۔

طائفہ منصورہ اور علمائے افغانستان کا کردار:

فتنوں اور مادے کے اس سخت دور میں جہاں ہر طرف غیروں کی محنت جاری ہے، وہاں حق کی سر بلندی کے لیے اور کفر کے غرور کا سر خاک میں ملانے کے لیے اپنے مسلمانوں میں موجود ملامت گروں کی ملامتی کا پرواہ کیے بغیر پوری دنیا کے کفر ونفاق کو چیلنج کرنے والے اہل حق اگر کہیں ہیں تو ان کی اکثریت ہمیں افغانستان کے علمائے کرام اور طلبائے عظام کی صورت میں نظر آتے ہیں، جنہوں نے وسائل واسباب کی کمزوری اور جان ومال کی تکلیف کے ساتھ اولاد اور خاندانوں کی جلاء وطنی برداشت کی۔ یہی گروہ اس حدیث کا مصداق ہونے والوں میں سے ایک اہم حصہ دار جماعت ہیں، جنہوں نے کفر کی آنکھوں میں آنکھے ڈال کر اسلام کی سر بلندی کا وہ عظیم کارنامہ سرانجام دیا، جس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخِ اسلامی عاجز ہے۔ مذکورہ بالا الفاظ کے تناظر

میں حضرت معاذ بن جبلؓ کی ایک حدیث نقل کی جاتی ہے، جس سے یہ تشریح بخوبی معلوم ہوتی ہے، فرمایا:
عن معاذ بن جبل رضي الله عنه قال: قال رسول اللهﷺ: (لا تزال طائفة من أمتي يقاتلون على الحق ظاهرين على من ناوأهم، حتى يقاتل آخرهم المسيح الدجال) ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ میری امت میں ایک گروہ حق کے قائم ہونے کے لیے لڑتی رہے گی اور اپنے مخالفین پر غالب ہوگی یہاں تک کہ اس جماعت کا آخری لشکر دجال سے لڑے گا۔

تشریح: اس روایت میں ظہورِ دجال تک لڑنے والی ایک ایسی جماعت کا ذکر کیا گیا ہے جو عسکری، اقتصادی اور دلیل وحجت کے اعتبار سے غالب اور کامیاب ہوگی۔ اس حدیث کے تناظر میں اگر دیکھا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ علمائے افغانستان نے روس کے خلاف جہاد کرکے فتح پائی، اس کے بعد داخلی منافقین کے خلاف جہاد کرکے اسلامی شرعی نظام کی بنیاد رکھی اور اس نظام کے خلاف عالمی طاقتوں کے ساتھ مقابلہ کیا اور اب فتح یاب ہونے جارہی ہے۔

اگر بغور دیکھا جائے، تو اس امت کے اس آخری دور میں بیک وقت مہاجرین اور انصار کے صفات سے متصف، علم وعمل کے مینار، غربت کے باوجود عالمی طاقتوں سے مقابلہ کرنے والی، ظاہراً کمزور، مگر یقین وایمان کی طاقت سے قوی افراد، در حقیقت متقدمین کے قافلے سے باقی رہ جانے والوں کی ایک ایسی جماعت ہے، جو نہ تو کفر کے فتوی داغنے والے، اور نہ ہی ملک سے باہر اپنے دشمنوں سے لڑنے والوں کے سامنے کمزور ہوئے، جو دلیل کے اعتبار سے مضبوط اور دشمن کے مقابلے میں زور آور گروہ ہے۔

طالقان کے خزانے اور امام مہدی کے مددگار: حضرت معاذ بن جبلؓ کی اس روایت کے ایک دوسرے طریق میں فرمایا کہ یہ طالقان میں موجود خزانوں خدائی خزانے ہیں، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے دین کو دوبارہ زندہ کریں گے، ان خزانوں کی وضاحت ایک دوسری حدیث میں موجود ہے، جس میں ان خزانوں کی مکمل تشریح کی گئی: عن معاذ بن جبل رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: (لا تزال طائفة من أمتي يقاتلون على الحق ظاهرين على من ناوأهم، حتى يقاتل آخرهم المسيح الدجال) أخرجه البخاري ومسلم في صحيحيهما. وفي رواية ابن عساكر: (على أبواب الطالقانِ، حتى يخرج الله كنزه من الطالقان). وعن أمير المؤمنين علي بن أبي طالب، رضي الله عنه أنه قال: (ويحاً للطالقان، فإن لله عز وجل بها كنوزاً ليست من ذهب ولا فضة ولكن بها رجال عرفوا الله حق معرفته، وهم أنصار المهدي آخر الزمان) [تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ا ص ۲۶۰۔ تخریج احادیث فضائل الشام ودمشق لابی الحسن الربعی، ج ا ص ۶۲] ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ میری امت میں ایک جماعت حق کے غلبے کے لیے برسرِ پیکار رہے گی، حق کے لیے لڑنے والی یہ جماعت اپنے مخالفین پر غالب آتی رہے گی، یہاں تک اس جماعت کا آخری لشکر دجال سے لڑے گا، یہ روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نقل کیا گیا ہے، جب کہ ابن عساکر کی ایک روایت میں اس جماعت کی وضاحت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ طالقان کے دروازوں پر اس وقت تک لڑے گی یہاں تک کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ طالقان سے نکلیں گے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک حدیث میں طالقان کے اس خزانے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: تمہارے لیے خوشخبری ہو، اے طالقان کی جماعت! کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہاں رکھے گئے خزانے ہیں، جو نہ تو سونے کے ہیں اور نہ چاندی کے، بلکہ وہ خزانے رجال یعنی آدمیوں کے ہیں، کیونکہ یہاں کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو اسی طرح پہچانا ہے، جس طرح اس کے پہچاننے کا حق تھا اور یہی آخری زمانے میں امام مہدی علیہ الرضوان کے انصار ومددگار

ہوں گے۔

تشریح: احادیث مبارکہ کے تناظر میں یہ بات واضح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر میں اپنے دین کی اشاعت اور اس کی حفاظت کے لیے ہر دور میں چند ایسے افراد کا ازل سے انتخاب فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی منشاء کو صحیح طور پر پہچاننے اور اس کے مطابق وقتی فتنوں اور زمانے کے نشیب و فراز کا خیال رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کا حق اصولی اور شرعی طور پر مکمل ادا کرتے ہیں۔

اہلِ حق کی یہ جماعت طالقان میں اللہ تعالیٰ کی زمین پر اس کی خلافت قائم کرنے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جان و مال، عزت و آبرو اور نسلوں کی قربانی دیتے ہوئے دنیا بھر کی کفری طاقتوں اور اپنے اندر موجود غیر مسلموں کے اشاروں پر چلنے والے افراد کی تمام ظاہری و باطنی، خفیہ اور علانیہ سارے مکر و فریب کو تہس نہس کریں گے۔ عصر حاضر کے تناظر میں اگر دیکھا جائے، تو یہ گروہ علمائے افغانستان کی صورت میں غلبۂ دین اور اقامتِ خلافت کے لیے بے لوث خدمت گار جماعت ہے، جنھوں نے چالیس سالہ جہادی جدوجہد کی روشنی میں اپنے آپ کو اس حدیث کا مصداق ٹھہرایا۔ طالقان سے متعلق اس حدیث کے متعدد طرق کئی صحابہ کرامؓ سے مروی ہے، اس حدیث کے دوسرے طرق پر یمانی اور افغانی مماثلت میں تفصیلی کلام کی جائے گی۔

قارئین کا خیال یہ ہوگا کہ مصنف یا تو غلبۂ شوق میں مدح خوان ہوا یا پھر جذبۂ عقیدت میں ثناء خواں۔۔۔ لیکن یہ تمام باتیں نبی آخری الزماں کے ارشادات کی روشنی میں لکھی جارہی ہیں، نہ تو ذاتی اجتہاد ہے اور نہ ہی قلمی تصنع۔ ذیل میں ہم اپنے اس دعوی کو احادیث مبارکہ کی روشنی میں مزید وضاحت کے ساتھ ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔ آئندہ ابواب و فصول میں اس سے متعلق مزید دلائل کے ساتھ اس بات کو اپنی کوشش کی حد تک واضح کریں گے۔

****

باب سوم: احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں انصارِ مدینہ اور مہاجرین قریش کے ساتھ انصار افغان اور مہاجرینِ خراسان میں مماثلت کا ایک تصوراتی تطبیقی جائزہ

فصلِ اول: انصارِ مدینہ اور انصارِ افغان میں مماثلت: تمہید: بابِ اول کی روشنی میں اگر دیکھا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ احادیثِ مبارکہ میں طالقان اور خراسان کے مجاہدین کو ایک نمایاں فضیلت دی گئی ہے، جس کی بنیادی وجہ کفر کے مقابلے میں سینہ سپر ہو کر لڑنا اور عزیمت کے جوہر دکھا کر دین داری کا دامن ہاتھوں میں رکھ کر ہر قسم کے افراط و تفریط والے اعمال و اعتقادات سے اجتناب کرنا ہے۔ دنیا کی ظاہری مادیت کو چھوڑ کر اسلام کے غربت اور اجنبیت کے دور میں جس طرح انصارِ مدینہ نے نبی کریم ﷺ کو مدینہ میں آباد رکھ کر پوری کفری دنیا کے مقابلے میں اپنے شہر "مدینہ منورہ" کو پیش کر کے اپنے جان و مال، گھر بار، عزت و آبرو کو دھار پر رکھا اور دنیا کے عظیم کفری طاقتوں کو پارا پارا کر دیا۔

تاریخ دوبارہ عود کر کے لوٹ آئی اور امت کے ابتداء میں جو کارنامے انصارِ مدینہ نے دے کر تاریخِ انسانی میں عجیب ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا تھا کہ جس وقت اسلام اور مسلمان کمزور اور صوم و صلاۃ کے احکامات کی ادائیگی پر بھی قادر نہیں تھے، تو یقین و ایمان کے جذبے سے سرشار انصارِ مدینہ نے اپنے کندھے پر دین کی حفاظت کا بوجھ لادا اور بامِ عروج تک پہنچانے کے بعد جب فراخی کا دور آئی، تو عہدوں اور مراعات کا مطالبہ تو دور کی بات، بلکہ اس آرزو تک کا ذکر بھی نہیں کیا۔ اور اگر کہیں نوجوانوں کے جلد باز دماغوں میں یہ بات آئی اور ایک آدھ موقعہ پر اس کا اظہار ہوا، تو نبوی تربیت نے ان اثرات کو بھی ختم کر دیا۔ عصرِ حاضر میں دنیا بھر کے عالمی کفری طاقتوں کے مقابلے میں یہی کردار "انصارِ افغان" نے پیش کر کے روایتِ مدینہ کی

یاد تازہ کر دی۔ مالی کمزوری اور کفری طاقتوں کے اصرار کے باوجود جہاد جیسے عظیم عمل کے پائے تکمیل تک پہنچانے اور روس جیسی وقتی عظیم طاقت کو شکست دینے اور اسلامی امارت کو قائم کرنے کے بعد بھی عزیمت و تقویٰ کے یہ عظیم رہبر نہ صرف یہ کہ کفری طاقتوں بلکہ بعض دوسری ریاستوں کی مخالفت کو بھی بالائے طاق رکھ کر سالہا سال بے سر وسامانی کے باوجود اپنی سر زمین "افغانستان" کو جہاد اور مجاہدین کے ماویٰ وملجا کے مسکن کے مصداق کے طور پر پیش کیا۔

دنیا میں پردیسی اور اجنبت کے منظر یہی لوگ نظر آئے، جنہیں کوئی اپنے نزدیک کرنے کے لیے تیار نہیں تھا، مگر پیغمبر علیہ السلام کی بشارت ان پر آج بھی صادق آرہی ہے، چنانچہ فرمایا: "بدأ الإسلام غريبا، وسيعود غريبا، فطوبى للغرباء" ترجمہ: اسلام شروع میں بھی اجنبی اور پردیسی تھا اور آئندہ دور میں بھی اجنبی اور پردیسی ہوگا، مگر غرباء کے لیے خوشخبری ہے"۔

انصارِ مدینہ نے نصرت کے باوجود نہ تو دورِ نبوی میں مال یا عہدے کا مطالبہ کیا اور نہ ہی دورِ خلفائے راشدین میں اس بارے میں کوئی لفظ زبان پر لائے، کیونکہ نبی کریم ﷺ انہیں اس بارے میں عظیم خوشخبری دی تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: «أو لا ترضون أن يرجع الناس بالغنائم إلى بيوتهم، وترجعون برسول الله ﷺ إلى بيوتكم؟ لو سلكت الأنصار واديا، أو شعبا لسلكت وادي الأنصار أو شعبهم» [صحیح البخاری، باب مناقب الأنصار، رقم: ۲۷۷۸، ج۵ ص۳۰] ترجمہ: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو، کہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو غنیمتیں لے کر جائے اور تم رسول اللہ ﷺ کو اپنے گھر لے جاؤ، اگر انصار ایک وادی اور راستے پر جانے لگے، تو میں بھی اسی راستے پر جانے کو پسند کروں گا۔

ایسے ہی کچھ خوشخبریاں نبی کریم ﷺ نے آخری دور میں خراسان میں اٹھنے والی اسلامی تحریک کے بارے میں ارشاد فرمائی ہے، جیسا کہ ذیل میں اس موضوع سے متعلق دیگر مباحث کا تفصیلی تذکرہ پیش کیا جائے گا۔

****

فصل دوم: مہاجرین قریش اور انصارِ مدینہ کے قربانیوں کے امین: افغانستان کے اہلِ حق مجاہدین میں مماثلث کا ایک تصوراتی تطبیقی جائزہ

تمہید: اللہ تعالیٰ نے ہر نبی ورسول کی تعلیمات کی حفاظت اور ان کی ابتدائی مدد کے لیے جن افراد کا انتخاب کیا اُن کا شمار دنیا کے عظیم انسانوں میں ہوتا ہے، مگر آخری پیغمبر ﷺ کی امت میں صحابہ کرامؓ کا ذکر پہلے سے کتبِ سابقہ تورات وانجیل میں کیا گیا، جس سے ان کی مزید فضیلت واضح ہو جاتی ہے۔

ان حضرات کے کارنامے، دین کی خاطر مجاہدے، پیغمبرِ اسلام پر جان ومال، عزت وآبرو اور اولاد وغیرہ کے نذرانے پیش کرنے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے تن، من اور دھن کی بازی لگانے والے ان عظیم ہستیوں کی عظمت کے بارے میں قرآن مجید میں کئی آیتیں نازل ہوئیں۔ جب کہ احادیث مبارکہ میں ان کے کئی فضائل جابجا مروی ہیں، درحقیقت ان بزرگ ہستیوں کی ان قربانیوں کا ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے، تاہم تکوینِ الٰہی کو شاید یہی منظور تھا کہ آخری نبی علیہ السلام کی اس امتِ مرحومہ میں وقتاً فوقتاً مختلف قسم کے کٹھن مراحل پیدا فرما کر دورِ نبوی طرز پر ہر زمانے کے لیے چیدہ چیدہ افراد سے ایسے مجاہدات کرائے گئے، جن کی بناء پر ان کے مراتب دورِ نبوی ﷺ کے مماثل ہو جاتے ہیں، جیسا کہ احادیثِ مبارکہ میں اس کی باقاعدہ تصریح موجود ہے کہ آخری زمانے میں آنے والے افراد کی عبادات، جہاد اور دیگر امورِ خیر کا شمار بدر واُحد کے مراتب کی طرح ہوں گے۔ جیسا کہ اسی مضمون کو قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے، فرمایا: (وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ

جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَيَكُونُنَّ أَهْدَى مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا) **ترجمہ:(اور یہ خدا کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ہدایت کرنے والا آئے تو یہ ہر ایک امت سے بڑھ کر ہدایت پر ہوں مگر جب ان کے پاس ہدایت کرنے والا آیا تو اس سے ان کو نفرت ہی بڑھی)**

تشریح: گذشتہ امتوں میں سے ہر ایک کے سامنے جب سابقہ اقوام کے واقعات کا تذکرہ ہوتا، تو وہ ایمان لانے اور اونچے مراتب کے فضائل سننے کے بعد اپنے راہ یاب ہونے کے بارے میں حد سے زیادہ توقعات بیان کرتے ہوئے کہتے:(لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِنَ الْأَوَّلِينَ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ترجمہ: کفار کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس پہلی امتوں کی طرح نصیحت والی کتابیں اترتی، تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہوتے۔اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہر امت کو موقع دے کر ان کو بھی پچھلی امتوں جیسا رسول، نبی اور ہدایت حاصل کرنے کے مختلف طریقے عطا فرمائے، تاکہ سب پر اتمامِ حجت پورا ہو جائے اور بعد میں یہ نہ کہے، کہ ہمارے پاس تو کتاب نہیں آئی، ورنہ ہم بھی اسی طرح کے مراتب پاتے اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہوتے، جیسا کہ ایک دوسری آیت میں فرمایا:(أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَى مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ترجمہ: یا(یہ نہ) کہو کہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان لوگوں کی نسبت کہیں سیدھے راستے پر ہوتے۔ سو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے دلیل، ہدایت اور رحمت آگئی ہے)

گذشتہ امتوں کے ان واقعات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک امت میں وقتاً فوقتاً ایمان لانے اور بلند مراتب کے حصول کے لیے ہر زمانے میں چند ایسے مواقع مہیا کر دیتے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر شدہ امتحان میں سب لوگ برابر کے شریک ہوں۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کو اس امت محمدیہ کے بارے میں متعدد مقامات پر نازل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی دین کی سربلندی کے لیے محنتوں کا وعدہ کرنے والوں کو جب موقع دیا جاتا ہے، تو بعض لوگ اس موقع سے فائدہ اٹھا کامیاب ہوتے ہیں اور بعض لوگوں کے لیے یہی موقع وبالِ جان بن جاتا ہے، چنانچہ فرمایا:

(مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا (23) لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِنْ شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ترجمہ: مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انہوں نے خدا سے کیا تھا اسکو سچ کر دکھایا تو ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا تاکہ خدا سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور منافقوں کو چاہے تو عذاب دے یا(چاہے) توان پر مہربانی کرے۔

ان آیاتِ مبارکہ سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بطورِ امتحان اور بلند مراتب کے حصول کے لیے بسا اوقات ایسی آزمائشوں کا آنا مخلصین اور منافقین میں فرق کے لیے بھی ہوتا ہے، لیکن ان حالات سے دوسرا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ اولو العزمی کا ثبوت دینے والے متاخرین کو متقدمین کے ساتھ درجات میں یکساں یا ان سے بلند کر دے۔

چنانچہ حدیث مبارک میں آیا ہے کہ آخری زمانے میں امام مہدی کی نصرت کے لیے لڑنے والے اور دجال کے مقابلے استقامت والے حضرات کا مرتبہ بدریین حضرات صحابہ کرامؓ اور حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے حواریین کی طرح ہوگا۔ اسی مضمون کو شاعر نے کیا خوب بیان کیا ہے:

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو،

اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی۔

مہاجرینِ قریش کی قربانی اور عصر حاضر:

نبی کریم ﷺ کی امت کو جس طرح دیگر خصوصیات سے نوازا گیا ہے، اسی طرح اس امت کے ابتدائی اور آخری ادوار میں چند ایسے اولوالعزم شخصیات اور ان کی نصرت کرنے والے افراد کا تذکرہ موجود ہے، جنہوں نے یکساں طور پر دین کی محنت میں جان، مال اور عزت وآبرو کو داؤ پر لگا کر چراغِ دین کو بجھانے سے روکے رکھا، اسی وجہ سے بعد میں آنے والے افراد کے ساتھ بھی انہیں مراتب کے وعدے ہیں، جس طرح امت کے ابتدائی حضرات صحابہ کرامؓ کے ساتھ تھے۔

اگرچہ نبی کریم ﷺ کی احادیث میں صحابہ کرامؓ کے فضائل ومناقب بعد میں آنے والے افراد میں ناممکن ہے، مگر انسانی قدرت کے پیشِ نظر باری تعالیٰ کے تکوینی نظام کو اگر بغور جائزہ لیا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ وہی ایثار اور قربانی کے نظائر بعد کے زمانوں میں بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ابتداءِ اسلام میں مسلمانانِ قریش اور خاندانِ نبوت نے دین کی سربلندی کے لیے ہجرت کی تکلیفیں برداشت کیں، اہل وعیال کو چھوڑ کر دربدر ہوئے، شعب ابی طالب میں تقریباً دو سال تک سوشل معاشی بائیکاٹ کا سامنا کرنا پڑا، دو ۲ بار حبشہ کا ہجرت کیا، کفارِ قریش کی اذیتیں جھیلیں، طعنے اور مار پیٹ ہوئی اور بالآخر ہمیشہ کے لیے مکہ کو چھوڑنا پڑا اور بعد میں جب بھی آنا ہوا، تو ثواب ختم ہونے کے ڈر سے موت کی تمنا بھی مکہ نہیں کی، بلکہ مدینہ میں موت کو ترجیح دی۔ عصر حاضر میں ان قربانیوں کی زندہ مثال ہمیں مہاجرین افغان کی صورت میں مل رہی ہیں، جنہوں نے وقت کے عالمی طاقت روس کے ظلم وجبر سے بچتے ہوئے اسلام کی خاطر ہجرت کی اور یہاں غربت اور تنگ دستی کی زندگی برداشت کر کے مہاجرین قریش کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے قریشی منہجِ جہاد کو مشعلِ راہ بنایا، روس حملے میں لاکھوں افراد شہید اور بے گھر ہوئیں، مگر اسلامی تعلیمات کو سینے سے لگائے رکھا۔

اور غربت کی آخری عالمی سطح سے نیچے زندگی گزارتے ہوئے محض چند مہمانوں کی خاطر دوسرے کفری متکبر طاقت یعنی امریکہ کے ظلم وستم برداشت کر کے جس طرح مہاجرینِ قریش نے وقت کے دو عالمی طاقتوں کو ناکوں چنے چبوائے ایسے ہی مہاجرینِ افغان نے بھی روس اور امریکہ کو ذلت کے ساتھ بوریا بستر گول کرنے پر مجبور کر دیا۔

تاہم یہاں اچھنبے کی بات یہ ہے کہ بیک وقت مہاجرین قریش اور انصارِ مدینہ کے صفات سے متصف مٹھی بھر اولیاء اللہ کی یہ جماعت درحقیقت قافلۂ حق کے ان مسافروں کا گروہ معلوم ہوتا ہے، جنہوں نے مشربِ قریشی اور مشرب انصاری کو جمع کر کے الہامی اور تکوینی طور پر ایک تیسرے عالمی قوت کے لیے خشتِ اول کا کردار اداء کرنا تھا، جس کے سپہ سالار نبی کریم ﷺ کے نواسے اور سیدہ فاطمہ زہراء کے بیٹے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد میں پوری دنیا پر اسلام کا جھنڈا لہرانے والے امام مہدی علیہ الرضوان ہوں گے۔

واضح رہے کہ یہ جملے نہ تو غایتِ محبت میں لکھے گئے اور نہ ہی محض خام خیالی میں زیبِ قرطاس ہوئے، بلکہ اس کے پیچھے پیغمبر ﷺ کی ایک حدیث ہے جس کی وضاحت آئندہ سطور میں تفصیل سے کی جائے گی۔

چنانچہ عرب مجاہدین کو سرزمینِ افغان میں گھر بار کا ماحول دے کر اپنی مقدور بھر وسعت کے مطابق جس طرح انصارِ مدینہ نے اپنی جان ومال سے مہاجرینِ قریش کے ساتھ غمخواری اور مواسات کا معاملہ کیا اور ہر چیز کو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے لیے قربان کیا، حتی کہ پورے عرب علاقے کی دشمنی اپنے سر مول لی۔

ایسے ہی عجیب کارنامہ انصارِ افغان نے بھی مجاہدینِ عرب کے ساتھ کیا اور اپنی افغانیوں کی دشمنی کے ساتھ ساتھ پوری دنیا کی

دشمنی اپنے سر لی، مگر عرب مجاہدین کی نصرت کو اپنے مال وجان، گھر بار اور اہل وعیال سے زیادہ فوقیت دی۔ شاید یہی نجیب الطرفین (یعنی مہاجرین قریش اور انصارِ مدینہ) کردار کی وجہ سے آج سے سینکڑوں سال قبل پیغمبرِ اسلام ﷺ کی زبانی جس طرح مہاجرین قریش اور انصار مدینہ کے بارے میں احادیث مروی ہیں، ایسے ہی انصارِ افغان کے لیے احادیث کا دامن لبریز نظر آتا ہے۔ جس طرح آپ ﷺ نے انصار کی محبت کو ایمان کی علامت اور ان کی بعض کو نفاق کی نشانی ارشاد فرمائی، [صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار رقم: ۳۷۸۳] ایسے ہی مجاہدینِ عرب اور انصارِ افغان کی نصرت اور ان سے عقیدت رکھنے والے ہر مسلمان پر لازم قرار دی گئی۔ [سنن ابی داؤد، کتاب المہدی، ج۴ ص۱۰۸، رقم: ۴۲۹۰]

جیسے مہاجرین قریش اور انصارِ مدینہ کی مشترکہ محنت سے پیغمبرِ اسلام ﷺ کی دعوت پورے عالم میں پھیل گئی، ایسے ہی مجاہدینِ عرب اور انصارِ افغان کی محنت سے مہدویت کے سیاہ جھنڈے سرزمین افغان سے اٹھ کر عراق اور شام میں برسرِپیکار ہیں، جب کہ یہی سیاہ جھنڈے جب حرمین شریفین کی حفاظت کے لیے شرعی اصولوں کی روشنی میں پہنچے گی، تو پوری دنیا پر پرچمِ اسلام کے لہرانا انصارِ افغان کی علمی، عملی، جہادی اور سیاسی بصیرت ہی کے نتیجے میں پائے تکمیل کو پہنچے گی۔ انہی نکات کے بارے میں تفصیلی کلام آئندہ فصل میں مذکور ہے۔

****

فصل سوم: احادیث مبارکہ کی روشنی میں مہاجرین وانصار کے ساتھ مہاجرین وانصارِ افغان کی مماثلت

يخرج رجل من وراء النهر يقال له: الحارث بن حراث، على مقدمته رجل يقال له: منصور، يوطئ – أو يمكن – لآل محمد، كما مكنت قريش لرسول الله صلى الله عليه وسلم، وجب على كل مؤمن نصره " أو قال: «إجابته» ترجمہ: ماوراءالنہر کی جانب سے "الحارث بن حراث" نامی ایک شخص ایک لشکر کے ساتھ نکلے گا جس سے آگے آگے "منصور" نامی شخص ہوگا، جو (بعد میں) نبی کریم ﷺ کی آلِ بیت کی حکومت کے لیے اسی طرح ابتدائی اور ضروری اقدامات کرے گا، جیسے کہ قریشِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے مدد و نصرت کر کے کی تھی، اس دوران ہر مؤمن پر ایسے شخص کی مدد و نصرت اور اس کے دعوت کو قبول کرنا لازم ہے۔ [سنن ابی داؤد، کتاب المہدی، ج۴ ص۱۰۸، رقم: ۴۲۹۰]

تشریح: اس حدیث میں خراسان اور اہلِ خراسان کے لیے یہ خوشخبری دی ہے کہ یہ خوش نصیب لوگ نبی کریم ﷺ کے اہلِ بیت کی نصرت، ان کی حکومت کے قیام کے لیے جانی اور مالی مدد کے ساتھ ساتھ اہلِ بیت کی مدد کے لیے جانے والی فوجوں کی تربیت بھی کریں گے۔ اس روایت میں جانی اور مالی نصرت میں انصارِ مدینہ کے ساتھ تشبیہ کے علاوہ خراسانی لشکر کو قریشِ مکہ میں ایمان والے حضرات کے ساتھ یکساں برابر کیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح قریشِ مکہ میں بنو ہاشم نے شعبِ ابی طالب اور دیگر مواقع میں نبی کریم ﷺ کو مدد فراہم کی، تو ایسے ہی آخری زمانے میں خراسانی لشکر کے مددگار حضرت امام مہدی علیہ الرضوان اور اس سے پہلے **"الحارث"** (حارث: شیر کے ناموں میں سے ایک نام ہے، جیسا کہ شیر کے عربی میں بہت سے نام ہیں، مثلا: اسد، اسامہ، حیدر، اصہب وغیرہ) نامی شخص کے لیے ہوں گے، اس سے بظاہر یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح اجر وثواب قریش مکہ اور انصارِ مدینہ کے لیے تھا، ایسے ہی اجر وثواب اور فضائل نبی کریم ﷺ کے نواسے حضرت امام مہدی کے خراسانی انصار کی بھی ہوں گی۔ اسی وجہ سے ہر مؤمن کے لیے اس روایت کی روشنی میں اس جماعت کی نصرت و مدد لازم قرار دے دی گئی ہے۔

گذشتہ حدیثِ مبارک میں سرزمین افغان کی تصریح کرتے ہوئے چند باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا:

حدیث کی تشریح میں اہم مباحث کی توضیح:

۱۔ماوراءالنہر کا تعارف ۲۔الحارث بن الحراث کا تعارف اور منصور کی ذمہ داری، ۳۔الحارث اور منصور دونوں لشکروں کا منہج اور امام مہدی کی فوج میں حارث اور منصور کا کردار، ۴۔الحارث اور منصوری لشکر کی فضیلت کا مہاجرینِ قریش سے مماثلت، ۵۔ان دونوں لشکروں کے بارے میں مسلمانوں کی ذمہ داری۔

۱۔ماوراءالنہر کا تعارف: ماوراءالنہر کا تعارف باب اول، فصل اول میں گزر چکا ہے۔

۲۔الحارث اور منصور کی تحقیق:

عربی زبان میں شیر کی بہادری اور دلیری کی وجہ سے اسے نہایت اہم حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ شیر کو عربی زبان میں ڈھائی سے زیادہ نام، کنیت، القاب اور عمر کے مختلف ادوار اور زندگی کے بہت سے مراحل میں متعدد ناموں سے جانا جاتا ہے۔ان ناموں میں اسامہ، اسد اور حارث بھی مشہور نام شمار ہوتے ہیں۔[نہایۃالارب فی فنون الأرب لشہاب النویری، اسماءالاسد، ج۹ص۲۲۶۔حیاۃالحیوان الکبریٰللدمیری، ج۱ص۱۰] **"الحارث بن حراث"** کے بارے میں علامہ عظیم آبادیؒ نے لکھا ہے کہ **"الحارث"** نام اور **"حراث"** اس شخص کا صفت ہے اور اس کا معنٰی "زمیندار" ہے۔

اس روایت میں خراسان کے منصور لقب والے یا **"الحارث حراث"** کے ساتھ مدد و نصرت کی صفت والے یا منصور نامی شخص کے بارے میں فرمایا کہ یہ اس شخص کے لشکر میں آگے آگے ہوگا۔[دیکھئے: عون المعبود شرح ابی داود للعظیم آبادی، وتھذیب سنن ابی داؤد لابن القیم ، کتاب المھدی، ج۱۱ص ۲۵۸۔مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح للملا علی القاری، رقم: ۵۴۵۸، باب اشراط الساعۃ، ج۸ص۳۴۴۵۔ شرح ابی داؤد للعباد، باب اشراط الساعۃ، ج۲۵ص۴۸۱]

موجودہ دور میں اس نام کی زمینی تطبیق کے بارے میں اگر غور کیا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ ماوراءالنہر سے مراد خراسان یعنی موجودہ افغانستان اور وسطِ ایشیائی ممالک ہیں۔اس تناظر میں اگر ہم ان علاقوں میں جہاد کا پرچم بلند رکھنے والے حضرات کے ناموں کو دیکھ لیں، تو ان میں شیخ اسامہ بن لادن کا نام روزِ روشن کی طرح تاباں نظر آتا ہے۔

شیخ اسامہ بن لادن کا خاندان یمن کے علاقے حضرموت سے ہجرت کر کے سعودی عرب آکر آباد ہوا اور یہیں سکونت اختیار کی۔حضرموت میں زیادہ زمینی جائیداد ہونے کی وجہ سے اسی خاندان کو "ابن الحراث" اور "ابوالحراث" کہا جاتا ہے۔

جب کہ اسامہ اور الحارث دونوں شیر کے ناموں سے ہے، اس غیر حتمی، محتمل اور غیر قطعی تطبیق کی روشنی میں اگر عصر حاضر میں روسی یلغار کے خلاف ماوراءالنہر کے جہاد میں شیخ اسامہ مراد لیا جائے، تو ناانصافی نہ ہوگی، کیونکہ ان کی کوششوں سے جہاد کو ایک نئی روح ملی اور امت کو دو عالمی کفری طاقتوں کے خلاف کھڑے ہونے اور اپنی مقدور بھر کوشش کے مطابق مقابلہ کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔

جب کہ شیخ اسامہ بن لادن کی حمایت کرنے والے یہاں کے افغانی عوام اور مجاہدین نے جس عزت اور اخلاص کے ساتھ ان کا اکرام کیا اور مہمانوں کی خاطر وقت کے کفری طاقتوں کا اپنی بے سروسامانی سے مقابلہ کر کے متکبر و مغرور دشمن کو ناکوں چنے چبوانے پر مجبور کر دیا، اس کی مثال انصارِ مدینہ اور مہاجرینِ قریش کی طرح خال خال تاریخِ اسلامی میں نظر آتی ہے۔

یقیناً افغانستان کے غیور مسلمان منصور کے لقب پانے کے مکمل مستحق ہیں، تاہم جن بزرگ ہستیوں نے ان افغان قبائل کی سرپرستی کی، ان میں مولوی عبدالسلام منصور اور سابق امیر المؤمنین اختر منصور رحمہ اللہ سرفہرست ہیں، جب کہ دیگر اکثر افغان مجاہدین بھی مددگار اور نصرت کرنے میں پیش پیش تھے۔

قحطانی اور اسامہؒ:

روى أبو هريرة عن النبيﷺ أنّه قال: "لا تقوم الساعة حتى يخرج رجل من قحطان يسوق الناس بعصاه" أخرجه الشيخان **ترجمہ:** حضرت ابوہریرہؓ، نبی کریمﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب کہ قحطان سے ایک آدمی نہ نکلے، جو لوگوں کو لاٹھی سے ہنکائے گا۔

تشریح: ۱۔ صحیحین کی اس روایت میں قیامت کے قریب قحطان سے ایک آدمی کے نکلنے کا تذکرہ کیا گیا ہے، جو لوگوں کو زبردستی ہنکا کر حق اور باطل میں تقسیم کر دے گا۔ ''قحطان'' سے مراد بنو حمیر، ہمدان اور دیگر یمانی قبائل ہے، ''يسوق الناس بعصاه'' یعنی لاٹھی سے ہنکانے سے مراد یہ ہے کہ لوگ اس کی اطاعت اور پیروی کریں گے، لیکن لوگوں کا ان کی اطاعت اور پیروی کرنا اپنی رضامندی سے نہیں ہوگا، بلکہ جس طرح ریوڑ اپنے ہنکانے والے کی بات کو زور و جبر ماننے پر مجبور ہوتے ہیں، ایسے ہی آخری زمانے میں ''قحطان'' سے ایک آدمی نکل کر لوگوں کو اپنی اطاعت اور انقیاد پر مجبور کرے گا، یعنی لوگ اس کی اتباع کر کے بات مانیں گے، لیکن لوگوں کا ان کی اطاعت کرنا اپنی مرضی سے نہیں ہوگا، بلکہ نہ چاہتے ہوئے جس طرح ریوڑ ہنکانے والی کی مرضی کے مطابق چلتی ہے اور خلافتِ طبیعت سائق کی بات ماننے پر مجبور ہوتی ہے، ایسے ہی آخری زمانے میں نکلنے والا آدمی بھی لوگوں کو ان کی مرضی کے خلاف ہنکائے گا اور اس بات پر مجبور کرے گا کہ وہ اپنی مرضی کے مخالف ہنکانے والے سائق یعنی قحطانی کی اتباع کرے گی۔

اور جس طرح سائق کا ریوڑ کو ہنکانا ان کے فائدے کے لیے کسی بڑی مصیبت، آفت، بلاء اور نقصانات سے بچانے کے لیے ہوتا ہے، ایسے ہی آخری زمانے میں قحطانی کا لوگوں کو لاٹھی سے ہنکانا بھی ان کے فائدے کے لیے ہوگا، لیکن جس طرح ریوڑ اپنی مرضی سے چلنے کو ترجیح دیتی ہے، اگرچہ بھیڑیا کا خطرہ ہوتا ہے، ایسے ہی اُمت کو بھی آخری زمانے میں قحطانی ان کی مرضی کے مخالف ان کی نجات کے لیے آنے والے ان خطرات، مصائب، مشکلات اور بڑے نقصان دہ بھیڑیوں سے بچانے کے لیے ہنکائے گا، جو بظاہر اُمت کی مرضی کے مخالف اور بھیڑیوں کے سپہ سالار کے مفاد کے خلاف ہوگا۔[فتح الباری، باب ذکر قحطان، ج۶ص۵۴۶]

۲۔ اس حدیث میں لاٹھی کو ذکر کرنا ضرب المثل کے طور پر ہے، حقیقتاً لاٹھی مراد نہیں، جیسے کہ حدیث میں فرمایا: (لا ترفع عصاك عن أهلك ترجمہ: لاٹھی کو اپنے اہل وعیال سے مت اُٹھاؤ) اپنے اہل وعیال کی تادیب اور انقیاد کے لیے ان پر مختلف طریقوں کے ذریعے اپنی اطاعت کو لازم بنانے کا حدیث میں حکم ہوا ہے۔ اس حدیث میں جس طرح لاٹھی سے مارنے کا آلہ مراد نہیں، بلکہ اس سے اپنی پیروی کا عادی بنانا ہے۔ ایسے ہی اس قحطانی والی حدیث میں بھی عصا سے مراد لاٹھی نہیں۔ [کشف المشکل من حدیث الصحیحین لابن الجوزیؒ، رقم: ۱۸۶۵، ج۳ص۴۱۰] **۳۔** علامہ ابن حجرؒ نے ''يسوق الناس بعصاه'' سے مراد لوگوں پر غلبہ حاصل کرنا اور لوگوں کو اپنی انقیاد اور پیروی کرنے سے کنایہ ہے، اس صورت میں بھی ''عصا'' سے خاص لاٹھی مراد نہیں، بلکہ لوگوں کو سختی، زبردستی اور بزور جبر اپنی تابعداری پر مجبور کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ بعض حضرات نے ''يسوق الناس بعصاه'' سے حقیقتاً ہنکانا مراد لیا ہے، جیسا کہ اونٹ اور دیگر چوپاؤں کو سختی اور زبردستی کر کے ہنکایا جاتا ہے۔[فتح الباری، باب تغیر الزمان حتی تعبد الأوثان، ج۱۳ص۷۸]

۴۔ علامہ ابن حجرؒ، علامہ عینیؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور دیگر محدثینؒ نے قحطانی سے مراد جہجاہ کے علاوہ دوسرا شخص مراد لیا ہے، جو اصل یمانی عرب ہوگا، لیکن قریشی نہ ہوگا، ہاں البتہ وہ ایک اچھا، نیک اور ممدوح آدمی ہوگا، تاہم اس زمانے میں عالم اسلام اور

مسلمانوں کے اُحوال تبدیل ہو کر حالات متغیر ہو جائیں گے۔۵۔علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فیض الباری میں لکھا ہے کہ حدیث میں "یسوق" میں "سوق" کا معنٰی اگرچہ ہنکانا ہے، مگر اس میں انتظام وانصرام،امور کی ترتیب، لشکر کی تنظیم اور کاموں کی بروقت ادائیگی مراد ہو سکتی ہے۔٦۔یمانی بادشاہ حرمین شریفین کی حفاظت کریں گے اور جہجاہ وظالم بادشاہوں سے کعبہ کی دفاع کریں گے، کیونکہ احادیث کے مجموعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں حجاز میں کفر عام ہو چکا ہوگا اور یمانی عرب اسلام کی دفاع کریں گے [فیض الباری، ج۵ص۳۷]۷۔احادیث کے مجموعے سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخِ اسلامی میں قحطانی ایک نہیں، بلکہ متعدد افراد ہوں گے، بعض قحطانی ظہورِ مہدی سے پہلے اور بعض قحطانی ظہور مہدی کے بعد ظاہر ہوں گے۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں قحطانی کا تذکرہ اور شیخ اسامہؒ:۱۔قحطانی سے متعلق گذشتہ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ وہ یمانی عرب ہوگا۔۲۔انسانوں کو زبردستی تابع بنانے کی کوشش کرے گا۔۳۔قحطانی اصل عرب آزاد شخصیت کا مالک ہوگا اور جہجاہ دو مختلف شخصیات ہوں گے۔۴۔قحطانی ایک ممدوح اور اچھا انسان ہوگا، جب کہ جہجاہ ظالم اور مذموم آدمی ہوگا۔۵۔قحطانی یمن سے تعلق رکھنے والا ایک دیندار شخصیت ہوگا اور جب بلاد الحرمین میں فسق وفجور کفر کی حد تک پہنچ جائے گا، تو حرمین کی حفاظت کے لیے قحطانی آگے ہوگا۔٦۔قحطانی ایک منتظم، مدبر، سخت رویہ والا، سیاسی اور جنگجو شخصیت کا مالک ہوگا۔

ان امور سے معلوم ہوا کہ جب بلاد الحرمین میں فسق وفجور عام ہو جائے گا اور حجاز فساق وفجار کا آماجگاہ بن جائے گا، تو اللہ تعالیٰ قحطانی نسل یعنی یمن سے ایک نیک صالح، منتظم، مدبر، جنگجو اور سختی سے اُمت کے فساد کے وقت قیادت کرے گا۔دورانِ قیادت سخت فیصلے کر کے امت کو زبردستی ایک الگ منہج کی طرف ہنکا کے لے جائے گا۔

تطبیق: ۹۰ کی دہائی میں بلاد الحرمین میں جب فسق وفجور کی انتہاء اس پر ہوئی کہ کویت پر حملے کی وجہ سے امریکی افواج جزیرۃ العرب آئے، تو یمن کے شہر حضرموت سے تعلق رکھنے والے قحطانی شخصیت شیخ اسامہؒ نے اس اقدام پر سخت نکیر کی اور ہجرت کر کے افغانستان، سوڈان اور بالآخر امارت اسلامی کے زیر سایہ عالمی جہاد کو ترویج دی۔امریکی جڑواں عمارتوں پر حملہ کر کے شیخ اسامہؒ نے امریکی صدر بش کے تقریر پر تردیدی بیان دیتے ہوئے کہا کہ بش نے پوری دنیا کے مسلم وغیر مسلم ممالک کو یہ پیغام دیا کہ یا تو ہمارے ساتھ ہو جاؤ اور یا دہشت گردوں کے ساتھ ہو جاؤ۔تو اس کے جواب میں ہماری پالیسی بیان یہ ہے کہ اب دو ہی گروہ ہیں یا تو خالص ایمان واسلام کا گروہ اور یا صرف کفر ونفاق کا گروہ۔یہی جملہ سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابوہریرۃؓ اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایت میں بھی ہے کہ فتنۃ الدھیماء یعنی سخت تاریک فتنہ قرب قیامت میں ہر گھر میں پہنچ جائے گا کوئی بھی مسلمان اور غیر مسلم، عرب وعجم اس فتنے سے نہیں بچے گا، یہ فتنہ ہر گھر میں داخل ہو جائے گا، بلکہ عربوں میں سے ہر ایک کو اس فتنے کا تھپڑ ضرور ملے گا۔اس حدیث کے تناظر میں اگر بغور مشاہدہ کیا جائے تو شیخ اسامہؒ نے ہی امت کو اسلام اور کفر کے دو عظیم بلاک میں منقسم کر دیا اور امت کو ہنکا کر زبردستی اس صورت حال سے دوچار کر کے امام مہدی کی عالمی عظیم خلافت کے لیے بطورِ تمہید خشتِ اول رکھنے کا مصداق ٹھہرا۔

جب کہ علامہ بنوریؒ کے شاگرد مولانا بشیر احمد حصاریؒ نے لکھا ہے کہ حضرت اَرطاۃ بن المنذر کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ خاندان بنوہاشم کا وہ یمنی حکمران جو قحطانی کے بعد منصبِ خلافت پر فائز ہوگا، جو قسطنطنیہ فتح کرے گا وہی ہندوستان کا فاتح ہوگا۔اس سے معلوم ہوا کہ امام مہدی اور قحطانی دونوں میں یہ مماثلت ہوگی، کہ دونوں یمانی ہوں گے اور قحطانی کے بعد امام مہدی اہلِ یمن کی وساطت سے مسلمانوں کا خلیفہ ہوگا۔اور نعیم بن حمادؒ کی دوسری روایت ذکر کی ہے کہ جس میں فرمایا کہ رومی عیسائیوں کے خلاف ایک منصور شخص راہ یاب ہوگا، جس کے دوہزار ۲۰۰۰ ساتھی ہوں گے اور بڑی عالمی اور طویل جنگ میں

وہ شہید ہو گا اور اس کے بہت سے ساتھی بھی شہید ہوں گے، یہ غم امت مسلمہ کے لیے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کے بعد بہت بڑی مصیبت ہو گی۔[ظہورِ مہدی اور فتنۂ دجال، ص ۹۲،۹۱] موجودہ زمانے میں قحطانی یعنی شیخ اسامہؒ کی شہادت کے بعد امت کا غم اور مسلمانوں کی قیادت موجود نہ ہونے کا مسئلہ اب ایک لا علاج بیماری ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب امام مہدی یمانی کا ظہور ہو گا۔ان شاءاللہ۔

۳۔الحارث بن الحراث اور منصور کی امام مہدی کی فوج میں ذمہ داری:

اس حدیث مبارک میں الحارث کی ذمہ داری، منصور کی ذمہ داری اور امام مہدی علیہ الرضوان کے لشکر میں ان دونوں کے کردار کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے، **چنانچہ فرمایا:** يخرج رجل من وراء النهر يقال له: الحارث بن حراث، على مقدمته رجل يقال له: منصور، يوطئ -أو يمكن- لآل محمد، كما مكنت قريش لرسول اللهﷺ، وجب على كل مؤمن نصره " أو قال: «إجابته»

ترجمہ: ماوراءالنہر کی جانب سے "الحارث بن حراث" نامی ایک شخص ایک لشکر کے ساتھ نکلے گا جس سے آگے آگے "منصور" نامی شخص ہو گا، جو (بعد میں) نبی کریم ﷺ کی آلِ بیت کی حکومت کے لیے اسی طرح ابتدائی اور ضروری اقدامات کرے گا، جیسے کہ قریشِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے مدد و نصرت کے طور پر کی تھی، اس دوران ہر مؤمن پر ایسے شخص کی مدد و نصرت اور اس کے دعوت کو قبول کرنا لازم ہے۔

اس حدیث سے "**الحارث اور منصور**" دونوں لشکروں کی ذمہ داری کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے، یعنی ماوراء النہر کے لوگ بالخصوص نصرت اور مدد کا کردار اداء کرنے والے افراد "**الحارث**" کے لشکر میں بطور رہبر کام سرانجام دینے والے لوگ ہوں گے، حدیث کے سیاق وسباق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ علاقے کے باسی اور رہائشی ہوں گے، جس کی وجہ سے لوگوں کے مزاج اور حالات کی نزاکت کا ادراک انہیں بخوبی ہو گا، اس وجہ سے یہ "مقدمۃ الجیش" کی حیثیت کا کردار اداء کریں گے، یہی وجہ ہے کہ انہیں منصور کہا جائے گا۔

مقدمۃ الجیش میں نصرت کرنے والے افغانی حضرات کی ذمہ داری یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ "الحارث" (شیر) کے لشکر کا دیکھ بھال اور خدمت و نصرت کر کے "**منصور**" کا لقب پانے والے یہ خوش نصیب لوگ کسی ایک وقت میں "الحارث" کی دفاع اور مدد نہیں کریں گے، بلکہ ان کی نصرت کا یہ عمل ظہورِ امام مہدی تک باقی رہے گا۔یعنی "الحارث" کی خاطر آنے والے مصائب اور اس پر حملہ کرنے والے دشمنوں سے پہلے خود نمٹیں گے اور اس کی حفاظت اپنی لازمی ذمہ داری تصور کر کے جان پر کھیل کر لڑائی کریں گے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آخری زمانے میں ہونے والی جنگوں کے بارے میں امام مسلمؒ نے جس طرح کا نقشہ رسول اللہ ﷺ کی زبانی نقل فرمایا ہے، اس کی روشنی میں کفار کے لشکر سے مسلمانوں کے لشکر میں بعض لوگ آئیں گے، تو روم مسلمانوں کو یہ پیش کش کرے گا کہ ہم تم سے جنگ نہیں کرتے کیونکہ تعداد اور لاؤ لشکر کے اعتبار سے تم ہم سے بہت کمزور ہو، لہذا تم اس طرح کرو کہ ہمیں اپنے قیدی دے دو، تو ہم تمہیں معاف کر دیں گے، مگر مسلمان کفار کی یہ پیش کش رد کریں گے، جس کی وجہ سے عالمی لڑائی شروع ہو جائے گی۔

اس حدیث کے تناظر میں اگر امریکی اور یورپی افواج کا افغانستان پر چڑھائی کا پسِ منظر دیکھ لیا جائے، تو وہ بھی یہی ہے کہ امریکہ نے افغانستان سے اسامہ بن لادن کا مطالبہ کیا، جس کے قبول کرنے سے افغانستان نے انکار کر دیا، اگرچہ دنیا بھر کے لوگوں اور امریکہ نے عرب مجاہدین کے حوالگی کے بدلے حملہ نہ کرنے کا وعدہ کیا، مگر افغانستان نے عرب مہمانوں کی واپسی سے انکار

کر کے دنیا کے ساتھ ٹکر لینے کو قبول کیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الحارث اور اس کی لشکر کی حفاظت کے بارے میں حدیث کی پیشن گوئی افغانستان پر مکمل طور پر صادق آ رہی ہے، اسی وجہ سے ان دونوں لشکروں کے بارے میں فرمایا کہ "الحارث" کا لشکر اور اس کی مدد کرنے والی منصوری افغانی لشکر آلِ بیت میں سے حکومت کرنے والی شخصیت یعنی امام مہدی علیہ الرضوان کے لیے اسباب کی فراہمی، اسلحہ کی ترتیب، امورِ سلطنت میں جنگی تربیت اور فوجوں کی ترسیل وغیرہ دیگر امور کا انتظام اپنی ذمہ داری سے پوری کرے گی۔

۴۔ الحارث اور منصوری لشکر کی فضیلت کا مہاجرینِ قریش سے مماثلت:

نبی کریم ﷺ کے خاندان، اہل وعیال اور قریشِ مکہ میں سے بعض افراد نے ابتدائے اسلام میں آپ ﷺ کی حفاظت میں کئی قربانیاں دی ہیں، جن میں شعب ابی طالب کا واقعہ سر فہرست ہے، جب تمام مشرکین نے نبی کریم ﷺ اور بنوہاشم کے خلاف سوشل بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ پھر دو مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کیا اور ہجرتِ مدینہ کے وقت مکہ مکرمہ میں مال واولاد اور اہل وعیال کو چھوڑ کر غربت کو ترجیح دی، اس وجہ سے قرآن مجید میں ہجرت میں پہل کرنے والوں کا مرتبہ بعد میں اسلام لانے والے مہاجرین سے بلند ہونے کا کئی بار تذکرہ کیا۔ جب کہ تقویٰ وطہارت، عدل وانصاف اور حرم کی خدمت کی وجہ سے قبل از اسلام قریش کی سرداری پر اکثر عرب متفق تھے، اس وجہ سے اسلام میں بھی ان کی اس فوقیت کو تسلیم کیا گیا کہ اگر قریش انصاف کرنے والے اور ایمان پر قائم ہو، تو خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔

جس طرح قریشِ مکہ نے آغازِ اسلام میں دین کی بنیاد میں اولیت حاصل کرنے کی وجہ سے تمام مسلمانوں سے اُونچا رتبہ حاصل کیا تھا، ایسے ہی آخری زمانے میں امام مہدی علیہ الرضوان کی نصرت کے لیے خراسانی لشکر کی مدد کرنے والے، ان کا ساتھ دینے والے اور اس میں جان ومال کی قربانی دینے والوں کا مرتبہ اس حدیث مبارک میں مہاجرینِ قریش کی طرح شمار کیا ہے۔ لہذا امام مہدی کی فوج میں جنگی مہارت، قسطنطنیہ کی فتح، رومیوں کی شکست اور دیلم وخوز یعنی روس وایران کی فتح اور دجال سے مقابلے میں طالقانی افواج کا تذکرہ کئی احادیث میں موجود ہیں، جس میں ان کے قد وقامت، اندازِ گفتار اور دیگر امور کی کردار کا نقشہ بیان ہوا ہے، جو موجودہ علمائے افغانستان میں بطریقہ اُتم موجود ہیں، مزید برآں احادیثِ مبارکہ میں طالقانی فوج کو مہدی کا لشکر اور ان کے کپڑوں ٹوپیوں وغیرہ کا بھی ذکر جابجا ملتا ہے۔

۵۔ الحارث اور منصوری لشکر کے بارے میں مسلمانوں کی ذمہ داری: حق کی نصرت اور اس کی دفاع کسی ایک گروہ یا ایک فرد کا کام نہیں، بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں پر اپنی مقدور بھر طاقت کے مطابق احقاقِ حق اور ابطالِ حق کی ذمہ داری کا احساس کرنا لازم ہے۔ بالخصوص آخری زمانے کے حالات اور اس زمانے میں ہونے والے واقعات کی وجہ سے مسلمانوں کی کمزوری اور ضعف کی وجہ سے یہ فریضہ مزید لازم ہو جاتا ہے، کیونکہ آخری زمانے میں حق پر قائم رہنے والوں کو کالقابض علی الجمر یعنی انگاروں کو پکڑنے والا کہا ہے۔ ظہورِ امام مہدی سے پہلے ماوراء النہر میں آنے والے اِس مبارک لشکر کی زبانی تائید، قلبی محبت اور جانی ومالی نصرت کے بارے میں دیگر احادیثِ مبارکہ کے علاوہ اِس حدیث میں فرمایا کہ اِس زمانے میں ہر مسلمان پر "الحارث" اور "منصوری لشکر" کی مدد ضروری ہے، جب کہ سیاہ جھنڈوں سے متعلق احادیث مبارکہ میں اِس جماعت کی نصرت کے بارے میں مزید تاکید آئی ہے۔

****

فصل چہارم: انصارِ مدینہ اور انصارِ افغان کے مابین ایثار و قربانی کی مماثلت کا تطبیقی جائزہ

حدیثِ بالا سے معلوم ہوا کہ امام مہدی کے مدد کے لیے خراسانی لشکر "الحارث" (شیر) کی بھی حفاظت کرے گا اور جب امام مہدی علیہ الرضوان آجائے، تو اس کے آنے سے پہلے اس کی نصرت کریں گے، مگر اس کے آنے کے بعد اس کی فوج بن کر باقاعدہ اس کے ہاتھ و بازو بنیں گے۔

اس حدیث میں مذکورہ اجمالی امور کی مزید تشریح ایک دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے، جس میں حضرت ابن مسعودؓ نے پیغمبر علیہ السلام کے تاثراتِ وحی کو نقل کر کے آخری زمانے میں خراسانی لشکر کا پہلے کفری طاقتوں سے اعلائے کلمۃاللہ کی خاطر لڑائی کر کے نفاذِ شریعت کا مطالبہ شامل ہے، مگر کفری طاقتوں کا اسلامی نظام کو منہدم کر کے اہلِ مشرق سے جنگ کرنے کا تذکرہ ملتا ہے، جب کہ بعد میں خراسانی لشکر کا فتح یاب ہو کر خود حکومت قائم کرنے کے بجائے نواسیٔ رسول یعنی امام مہدی کے حق میں دستبردار ہو کر ان کے لشکر میں شامل ہونے کا تذکرہ ملتا ہے، حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:

عن علقمة، عن عبد الله، قال: بينما نحن عند رسول اللهﷺ، إذ أقبل فتية من بني هاشم، فلما رآهم النبيﷺ، اغرورقت عيناه وتغير لونه، قال، فقلت: ما نزال نرى في وجهك شيئا نكرهه، فقال: «إنا أهل بيت اختار الله لنا الآخرة على الدنيا، وإن أهل بيتي سيلقون بعدي بلاء وتشريدا وتطريدا، حتى يأتي قوم من قبل المشرق معهم رايات سود، فيسألون الخير، فلا يعطونه، فيقاتلون فينصرون، فيعطون ما سألوا، فلا يقبلونه، حتى يدفعوها إلى رجل من أهل بيتي فيملؤها قسطا، كما ملئوها جورا، فمن أدرك ذلك منكم، فليأتهم ولو حبوا على الثلج» [سنن ابن ماجہ، باب خروج المہدی، رقم: ۴۰۸۲، ج ۲ ص ۱۳۶۶]

ترجمہ: حضرت علقمہ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں، کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھنے کے دوران بنو ہاشم کے چند جوان سامنے سے گزرے، تو اُن کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبہ گئے اور رنگ مبارک متغیر ہوا۔ آپ ﷺ کے چہرے کے بدلتے تیور کو بھاپ کر ہم نے اِس کی وجہ پوچھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے اہلِ بیت کے لیے دنیا کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے آخرت کی زندگی کو پسند فرمایا ہے آئندہ دور میں میرے اہلِ بیت کو میرے بعد مختلف مصائب مثلاً ظلم و ستم کا نشانہ بننا اور جلاء وطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوں گے، یہاں تک مشرق سے سیاہ جھنڈے لیے ہوئے ایک قوم آئے گی، جو خیر (یعنی اسلامی نظام) کا مطالبہ کریں گے، مگر انہیں یہ نظام نہیں دیا جائے گا، تو اِس کے حصول کے لیے یہ لوگ لڑتے لڑتے کامیاب ہوں گے اور اپنا مطالبہ ہدف (یعنی اسلامی نظام کا قیام اور شرعی حکومت) حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے، مگر یہ لوگ اسے قبول کرنے سے انکار کریں گے اور میرے ہی اہلِ بیت میں ایک شخص کو یہ حق حوالہ کریں گے، جو روئے زمین کے ظلم و ناانصافی کو اپنے عدل و انصاف سے بھر دیں گے، تم میں سے جو شخص اِن کو پالیں گے، تو اِن کے پاس آجائے، اگرچہ برف پر رینگتے ہوئے چل کر کیوں نہ آنا پڑے۔

تشریح: اس روایت میں نبی کریم ﷺ نے آخری زمانے سے متعلق چند باتیں بیان فرمائی ہیں:

۱۔ زمانۂ نبوت اور خلفائے راشدین کے ادوار کے بعد اہلِ بیت کو مختلف قسم کے مصائب و تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا، کیونکہ دنیاوی زندگی میں عیش و آرام کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے اہلِ بیت کے لیے آخری کے عظیم درجات کا وعدۂ عظیم فرمایا ہے۔

۲۔ مشرق سے سیاہ جھنڈے لیے ہوئے ایک گروہ پہلے تو زمین پر اللہ تعالیٰ کے نظام کے لیے محنت و کوشش میں اپنے جانوں پر لڑ

کر جہاد و قتال کا عظیم سنت زندہ کریں گے، مگر انہیں مکمل کامیابی نہیں ہو گی۔
پھر از سرِ نو اٹھ کر خلافتِ نبوی کا عظیم نظام قائم کرنے کے جہاد و قتال کر کے اِسی حق کو اپنی محنتوں سے اور بفضلِ ربانی حاصل کر لیں گے۔
۳۔ مگر اِن کا مقصود چونکہ دنیاوی عیش و عشرت، حکومت و سلطنت نہیں ہو گا، بلکہ اِن کا اصل ہدف اعلائے کلمۃ اللہ ہو گا، اِس لیے جب قتال و جہاد کے بعد انہیں زمین پر حکومت کرنے کا حق حاصل ہو گا، تو روئے زمین پر حکومت کرنے اور اسلام نافذ کرنے کے حق سے نبی کریم ﷺ کے نواسے حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کے لیے دستبردار ہو جائیں گے۔

احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں امام مہدی علیہ الرضوان کے لیے خراسانی لشکر کا اپنی امارت و خلافت کی قربانی

حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث کا عصر حاضر سے تطبیقی مطالعہ:

مدینہ منورہ کے مشرق میں موجودہ دور میں تین اسلامی ممالک سے امام مہدی کے لشکر کی مدد کی امید وابستہ کی جاسکتی ہے، جن میں ایران، پاکستان اور افغانستان ہے، مگر ایران پر مخصوص شیعہ نظریات کا غلبہ ہے اور پاکستان بیرونی سازشوں کا آماجگاہ بن چکا ہے، جس کی وجہ سے ان دونوں ممالک سے کفری طاقتوں اور ان کے مراعات کو چھوڑ کر امام مہدی کے لشکر میں جانے کی امید مشکل معلوم ہوتی ہے۔ افغانستان میں طالبان کی ابھرتی ہوئی سیاسی، سماجی اور عسکری طاقت سے مندرجہ ذیل دلائل کی روشنی میں یہ امید کی جاسکتی ہے کہ یہی حضرات خراسانی لشکر کا مصداق ہوں گے، جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے پیشن گوئی فرما کر انہیں اپنے اہلِ بیت کی مدد اور نواسئ رسول ﷺ کی نصرت کا امین ٹھہرایا ہے، اس دعویٰ پر چند دلائل پیش خدمت ہیں:

دلیل نمبر: ۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اہلِ مشرق میں سیاہ جھنڈوں کے آنے کا تذکرہ کیا ہے اور یہ بات مکمل طور پر واضح ہے کہ سیاہ جھنڈوں سے مراد اہلِ حق عرب، افغان اور دیگر مجاہدین کی وہ جماعت ہے جنہوں نے اپنے وقت کے سپر پاور سویت یونین کے فوجوں کو شکست دے کر جہاد کے عظیم باب سے امتِ مسلمہ کو متعارف کرایا تھا۔
تاریخ گواہ ہے کہ اس سے پہلے مشرق سے اہلِ حق مجاہدین سیاہ جھنڈوں کے ساتھ کبھی بھی نہیں آئے اور نہ ہی بنو عباس کے سلطنت کے بعد سے عرب اور خراسانی لشکر آپس میں مل کر فریضۂ جہاد کی ادائیگی کے لیے متفق ہوئے ہیں۔
اس سے معلوم ہوا کہ موجودہ افغانستان میں طالبان کی قیادت ہی امت کا وہ عظیم گروہ ہو گا، جو نواسئ رسول کا فوج بن کفر کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کرے گا۔

دلیل نمبر: ۲۔ ماوراء النہر میں "**الحارث اور منصوری لشکر**" کے اتفاق اور جہادی منہج کے بارے میں تفصیلی گفتگو گزر چکی ہے، جس میں یہ بات واضح طور پر سامنے آئی کہ امام مہدی علیہ الرضوان کا ظہور سیاہ جھنڈوں کے لائے ہوئے طرز و انداز کے مطابق ہو گا اور مہاجرینِ قریش اور انصارِ مدینہ کا کردار اداء کرنے والے مجاہدین سب سے پہلے امام مہدی کے منہج کو قبول کریں گے، کیونکہ امام مہدی اور "**الحارث و منصوری لشکر**" میں کافی حد تک مماثلت ہو گی، کیونکہ دونوں کا مقصد روئے زمین پر نواسۂ رسول ﷺ کے لیے قیامِ خلافت کا حق ہے، جب کہ یہ دونوں صفات افغانستان کے امارتِ اسلامی میں بطریقۂ اکمل موجود ہے۔

دلیل نمبر: ۳۔ اس حدیث میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے زمین کا ایک ٹکڑا طلب کر کے اس پر حق کا نظام قائم کرنے سے "خیر اور حق" کا مطالبہ کرنا ہے، مگر اس مطالبے کو منظور نہیں کیا جائے گا اور ان پر جنگ مسلط کی جائے گی، جس کے جواب میں اہلِ مشرق باقاعدہ قتال کرنے کو ترجیح دیں گے، ایک عرصہ لڑنے کے بعد کفر اور ان کے آلہ کار مسلمانوں کے اس مطالبے کو پورا

کریں گے اور انہیں زمین پر اللہ تعالی کا نظام نافذ کرنے کا حق دیں گے، لیکن اس مرحلے تک پہنچنے کے بعد اہلِ مشرق یہ حق وصول کر کے نبی کریم ﷺ کے نواسے حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کو دیں گے۔

افغانستان کے موجودہ تناظر میں اگر اس حدیث کا مطالعہ کیا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ حدیث بلادِ مشرق میں افغانستان پر صادق آرہا ہے، کیونکہ افغانستان پر امارت اسلامی کے جھنڈے گاڑنے کے بعد اگرچہ اسلامی نظام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکا اور جلد ہی دنیا بھر کے کفری طاقتوں نے اس سرزمین میں موجودہ اسلامی طرزِ امارت کو ختم کر کے اپنی من مانی حکومت چلانی شروع کی، مگر افغانستان کے غیور عوام نے طالبان کے ساتھ مل کر امریکی سرپرستی میں قائم ہونے والی اِس حکومت کو تسلیم کرنے سے نہ صرف انکار کیا، بلکہ اِس کے خلاف بر سرِپیکار ہو کر جانوں کے نذرانے پیش کیے، جن کا ثمرہ ابھی پکنے کو ہے اور اسلامی امارت دوبارہ قائم ہونے جارہی ہے۔

مگر افغانی قوم کے غیور عوام اور دین اسلام پر مر مٹنے والے طالبان قائدین شاید اس پیشن گوئی سے ناواقف نہ ہوں گے کہ ہم نے تن، من اور دھن کی جو بازی لگا کر دو (۲) کفری طاقتوں اور ان کے نائبین کے ساتھ جو جہاد کیا، وہ اپنی افغانی حکومت کے قیام کے لیے نہیں تھا، بلکہ درحقیقت امارت اسلامی کا قیام تکوینی طور پر زمین پر اللہ تعالی کے خلیفہ "یعنی امام مہدی علیہ الرضوان" کے لیے بطورِ تمہید تھا۔

شاید اِسی کی طرف حدیث میں اشارہ کیا گیا، چنانچہ فرمایا: فيسألون الخير، فلا يعطونه، فيقاتلون فينصرون، فيعطون ما سألوا، فلا يقبلونه، حتى يدفعوها إلى رجل من أهل بيتي یہ لوگ خیر (یعنی اسلامی نظام) کا مطالبہ کریں گے، مگر انہیں یہ نظام نہیں دیا جائے گا، تو اِس کے حصول کے لیے یہ لوگ لڑتے لڑتے کامیاب ہوں گے اور اپنا مطالبہ ہدف (یعنی اسلامی نظام کا قیام اور شرعی حکومت) حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے، مگر یہ لوگ اِسے قبول کرنے سے انکار کریں گے اور میرے ہی اہل بیت میں ایک شخص کو یہ حق حوالہ کریں گے۔

اِس حدیثِ مبارک میں اسلامی نظام کے لیے سرزمینِ مشرق ملنے کے بعد بھی یہ اللہ والے مجاہدین اِس سے بے اعتنائی کا معاملہ برتیں گے اور اِسے قبول نہیں کریں گے، بلکہ اِس بار ان کا مطالبہ یہی ہوگا کہ ہم صرف ارضِ مشرق پر نہیں، بلکہ پوری دنیا پر قیامِ خلافت کے لیے نبی کریم ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء کے نواسے حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کی سرکردگی میں لڑ کر اپنے فریضۂ جہاد کو پورا کرتے ہوئے اسلامی نظام کو پوری دنیا کے کونے کونے اور چپے چپے پر قائم کر کے ہی سانس لیں گے، چنانچہ یہ فوج امام مہدی کے ساتھ شانہ بشانہ لڑ کر ہندوستان اور گردو پیش کے تمام کفری ریاستوں پر اسلام کا جھنڈا گاڑ کر ہی اطمینان سے بیٹھے گی۔ ان دلائل کے علاوہ دیگر کئی دلائل اسی رسالہ کے باب اول، فصل پنجم میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

****

باب سوم: امام مہتدی اور امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ
احادیث مبارکہ کی روشنی میں ایک تطبیقی جائزہ

فصلِ اول: امام مہتدی کا تعارف: ا۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں مغیبات اور آنے والے حالات و واقعات کا تذکرہ بسط و تفصیل کے ساتھ موجود ہیں، تاہم ان میں سے بعض دیگر ذیلی امور کی طرف واضح اور بعض کی طرف اشارۃً نشاندہی کی گئی ہیں، جو وقتاً فوقتاً پوری ہونے والی علامات اور وقوع پذیر نشانیاں کی روشنی میں مزید منقح ہو جاتی ہے، ان میں سے آخری زمانے

کے حالات اور اِس دور میں ہونے والی جنگوں سے متعلق پیشن گوئیوں میں نبی کریم ﷺ سے مروی صحیح اور حسن وضعیف وغیرہ روایات منقول ہیں۔

آخری زمانے میں نیک وبد شخصیات اور اِن کے اوصاف، علامات، جنگی حکمتِ عملی، دشمن سے سلوک، اپنوں سے طرزِ معاشرت اور قرآن وحدیث کی اتباع اور نافرمانی کا تذکرہ اِن روایات میں مفصل موجود ہیں۔ ۲۔نزول عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کی نسل سے امام مہدی کا ظہور ہوگا، جس کی سرکردگی میں مسلمان پوری دنیا پر اسلام کا جھنڈا لہرائیں گے، شرعی اصطلاح یہی ایک امام مہدی ہوں گے،اس کے علاوہ کوئی دوسرا شرعی اصطلاحی امام مہدی نہیں ہو سکتا، جسے مہدیٔ موعود اور مہدی منتظر کہا جاتا ہے۔ہاں البتہ لغوی اعتبار سے ہر ایسی شخصیت جو ظاہری وباطنی خوبیوں سے آراستہ ہو اور فطری طور پر اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں پر مشکل گھڑی میں اُمت کی قیادت کے لیے منتخب کریں، تو اسے بھی مہدیٔ لغوی کہا جاتا ہے۔[دیکھئے: العرف الوردی فی أخبار المہدی، رقم الحدیث:۹،۸،۷،۶،۵] ۳۔اسی تناظر میں اگر دیکھا جائے، تو احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں ظہورِ مہدی سے متصل پہلے اور بعد کے جنگوں سے متعلق واقعات کا تذکرہ صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں وضاحت کے ساتھ ملتا ہے۔ ظہور مہدی سے متصل پہلے اور بعد میں اسلام اور کفر کے درمیان "ملحمۃ الکبریٰ" کا تذکرہ احادیث الفتن میں جابجا موجود ہے، چنانچہ اِن میں جن نیک شخصیات کی طرف نشاندہی زیادہ اہمیت کی حامل ہے، جو کہ ایک عظیم اور عالمی شخصیت ہے، جسے ہم امام مہتدی کے نام سے یاد کر سکتے ہے۔

امام مہتدی کی تعارف:

حق اور باطل راستے میں تمیز کرنے کے بعد ہدایت کی راہ پر چل کر اطاعت اور فرمان برداری میں اللہ تعالیٰ کے بتائے گئے احکامات میں ذرہ برابر کمی وزیادتی نہ کرنا اور وقتی مصلحتوں، داخلی وخارجی مصائب کی پرواہ نہ کرتے ہوئے راہِ حق کو اختیار کر کے باطل اور ناحق کے قوتوں وطاقتوں کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کرنا "مہتدی" کہلاتا ہے۔[1]

آخری زمانے کے ایک "امام مہتدی" کے بارے میں اگر ہم امام مسلمؒ کی کتاب الفتن کا مطالعہ کریں، تو اس بارے میں واضح علامات اور مکمل نشانیاں موجود ہیں، چنانچہ اِس بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: عن أبي هريرة، أن رسول الله ﷺ، قال: "لا تقوم الساعة حتى ينزل الروم بالأعماق أو بدابق، فيخرج إليهم جيش من المدينة، من خيار أهل الأرض يومئذ، فإذا تصافوا، قالت الروم: خلوا بيننا وبين الذين سبوا منا نقاتلهم، فيقول المسلمون: لا، والله لا نخلي بينكم وبين إخواننا، فيقاتلونهم، فينهزم ثلث لا يتوب الله عليهم أبدا، ويقتل ثلثهم،أفضل الشهداء عند الله، ويفتتح الثلث، لا يفتنون أبدا فيفتتحون قسطنطينية[صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فتح قسطنطینہ، رقم:۲۸۹۷،ج۴ص۲۲۲۱]

<u>ترجمہ</u>: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک کہ اہل

[1] اهتد، فهو مهتد، والمفعول مهتدي (للمتعدي)• اهتدى الشخص: عرف طريق الهداية، عرف واستبان طريق الحق، استجاب للإرشاد والحق وأقام على الطاعة "اهتدى إلى الصواب–{من اهتدى فإنما يهتدي لنفسه} معجم اللغة العربية المعاصرة، ج۳ص۲۳۳۶۔

روم "اعماق اور دابق" میں نہیں اتریں گے، جب اہل روم آئیں گے، تو روئے زمین میں سب سے بہتر لوگ اس دن شہر سے نکل کر روم کے خلاف صف بندی کریں گے، اس وقت اہلِ روم مسلمان مجاہدین سے کہیں گے ہم سے جدا ہونے والے لوگوں کو ہمیں حوالہ کر دو، تاکہ ہم ان سے لڑے، مگر مسلمان اہل روم کو جواب دیں گے: نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا، خدا کی قسم: ہم اپنے بھائیوں کو تمہارے حوالہ نہیں کریں گے، تو اس کے بعد اہل روم مسلمانوں سے قتال کریں گے۔ اس دوران ایک تہائی مسلمان بھاگ جائیں گے، جن کا اللہ تعالیٰ کبھی بھی توبہ قبول نہیں کریں گے اور ایک تہائی قتل ہو جائے گا، جو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل شہداء میں سے ہوں گے اور ایک تہائی فتح پالیں گے، جو آئندہ کبھی کسی فتنہ کا شکار نہیں ہوں گے اور پھر ان کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ قسطنطینہ فتح کریں گے۔

تشریح: اس حدیثِ مبارک میں حضرت ابوہریرہؓ نے نبی کریم ﷺ سے قیامت کی ایک بڑی علامت یعنی ملحمۃ الکبریٰ سے متعلق ایک واقعے کی تفصیل نقل فرمائی ہے، جس میں متعدد امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، تاہم ان امور کی وضاحت سے پہلے ایک تمہیدی بات ذکر کی جائے گی:

تمہیدی بات: کتبِ احادیث میں قربِ قیامت سے متعلق بیان ہونے والی علامات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام علامات آپس میں منسلک ہوں گی اور تسلسل کے ساتھ یکے بعد دیگرے واقع ہوں گی، حالانکہ مقصود یہ نہیں ہوتا، بلکہ احادیث میں ان واقعات کے درمیان طویل زمانے کا فاصلہ اور تقدم وتاخر بھی ہو سکتا ہے، اسی کی وضاحت کرتے ہوئے عالمِ اسلام کے نامور وثقہ عالمِ دین حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم، لکھتے ہیں: " فتن اور اشراط الساعۃ سے متعلق احادیثِ مبارکہ کے بارے میں اس بات کو جاننا چاہیے کہ احادیث اُس زمانے میں وقوع پذیر ہونے والے اہم واقعات کے بارے میں قربِ قیامت کے لیے بطورِ علامت وضاحت کرتی ہیں، اسی طرح یہ علامات ایک دوسرے کے بعد ذکر کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ باہمی متصل واقع ہوں گی، حالانکہ ان میں حقیقتاً طویل زمانے کا فاصلہ ہوتا ہے، جب کہ روایت بالمعنیٰ میں راویانِ حدیث کی تصرف سے یہ صورتِ حال اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

اِسی نکتے کی طرف علامہ طیبیؒ نے شرح المشکاۃ میں اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "عمران بيت المقدس خراب يثرب، وخراب يثرب خروج الملحمة، وخروج الملحمة فتح القسطنطينية، وفتح القسطنطينية خروج الدجال" یعنی بیت المقدس کی آبادی یثرب یعنی مدینہ منورہ کی خرابی اور انہدام کا باعث ہوگی اور مدینہ منورہ کی خرابی ملحمہ کا شروع ہونا ہے اور ملحمہ کا شروع ہونا قسطنطنیہ کی فتح ہوگی، جب کہ قسطنطنیہ کی فتح دجال کے خروج کے لیے راستے ہموار کرے گی، قسطنطنیہ کی فتح کے بعد دجال فوراً نہیں نکلے گا، بلکہ یہ فتح ہونا اس کے خروج کی علامت ہوگی، یعنی فتح کے بعد دجال کے نکلنے میں تاخیر بھی ہو سکتا ہے [تکملۃ فتح الملہم للشیخ تقی العثمانی، باب فی فتح القسطنطینیہ وخروج الدجال، ج۶ ص۱۵۳]

اِس سے معلوم ہوا کہ علاماتِ قیامت میں بیان ہونے والے واقعات میں جہاں تک اتصال اور تسلسل کا کوئی حالی یا مقالی قرینہ نہ ہو، تو باہمی اتصال ضروری نہیں، بلکہ خاصا فاصلہ اور تقدم وتاخیر بھی آسکتا ہے۔

پہلی بات: شامی مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں طاقتوں کا اتفاق

علاماتِ قیامت میں سب سے بڑی نشانی یہ ہوگی کہ اہلِ روم اکثر عرب ممالک کے داخلی اور خارجی، سمندری، فضائی اور خشکی کے تمام اطراف پر قبضہ جمالیں گے اور اِس کے بعد عالمی جنگوں کے انعقاد کے لیے سرزمینِ شام کا انتخاب کریں گے، جس کے لیے اہلِ روم متفق ومتحد ہو کر اپنی تمام سابقہ اختلافات کو بھلا کر مسلمانوں کے کشت وخون کے لیے بازار گرم کرنے کے بعد

ایک دوسرے کو یہاں آنے کے لیے بلائیں گے، جیسا کہ ایک روایت میں اِس کی نشاندہی کی گئی، چنانچہ فرمایا: "استيقظ رسول الله ﷺ من نوم محمرا وجهه وهو يقول: «لا إله إلا الله_ يرددها ثلاث مرات _ ويل للعرب من شر قد اقترب" [فتح الباری لابن حجر، باب: یاجوج وماجوج، ج۱۳ص۱۰۷]

ترجمہ: ایک بار نبی کریم ﷺ اچانک نیند سے اٹھے، تو آپ ﷺ کا چہرۂ انور لال ہو گیا تھا اور آپ ﷺ نے تین بار کلمہ "لا الہ الا اللہ" پڑھا اور فرمایا: عرب کے لیے نزدیک آنے والے شر سے ہلاکت ہو۔

تشریح: قيل: المراد من بيوت أمته، وإنما خص العرب لشرفها وقربها منه، ففيه نوع تغليب، أو إيماء إلى ما قيل: إن من أسلم فهو عربي صحیح بخاری کی ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس میں فرمایا: (" لا يبقى بيت من العرب إلا دخلته") اِس حدیث میں "عرب" سے مراد پوری اُمتِ مسلمہ ہے اور عربوں کو بطورِ خاص اِس وجہ سے ذکر کیا گیا، کیونکہ نبی کریم کی شرافت اور عظمت کی وجہ سے عربوں کی فضیلت زیادہ ہے، تو بطورِ تغلیب اِس میں ساری مسلمان داخل ہیں، جب کہ عام طور پر تمام مسلمانوں کی طرف سے عرب بول کر اشارہ بھی کیا جاتا ہے، کیونکہ مسلمانوں پر عربیت کا اثر زیادہ ہوتا ہے [مرقاۃ المفاتیح، ج۸ص۳۴۱۱، باب الملاحم، رقم: ۵۴۲۰]

جب کہ ایک دوسری حدیث میں عرب اور عالمِ اسلام کے تمام مسلمانوں کی ضعف اور کمزوری کی وضاحت فرماتے ہوئے، ارشاد ہوا: "يوشك الأمم أن تداعى عليكم كما تداعى الأكلة إلى قصعتها" [عون المعبود وحاشیۃ ابن القیم، باب فی تداعی الامم علی الاسلام، ج۱۱ص۲۷۲] عنقریب کفر وضلال سے متعلق تمام امتیں متفق ہو کر آسانی کے ساتھ تمہاری کشت وخون کے لیے ایک دوسرے کو اِس طرح دعوت دیں گی، جس طرح کھانے والے جماعت ایک بڑے برتن کے سامنے بیٹھ کر ایک دوسرے کو دعوتِ طعام دیتی ہے۔

اِس روایت کو امام ابوداؤدؒ نے "باب تداعی الامم علی الاسلام" کے عنوان سے نقل فرمایا ہے، یعنی آخری زمانے میں مسلمانوں کی مثال کھانے کے اِس پلیٹ کی طرح ہو جائے گی، جس میں بڑی تعداد میں کھانے والے موجود ہوتے ہیں اور کھانے والے افراد کم ہونے کی وجہ سے کھانا زیادہ ہوتا ہے، تو کھانے ختم کرنے کے لیے لوگ ایک دوسرے کو دعوت دیتے ہیں، ایسے ہی آخری زمانے میں مسلمانوں کی یہی صورتِ حال ہو گی، جیسا کہ حدیث میں مزید وضاحت موجود ہے کہ مسلمانوں کی تعدادا گرچہ کثیر ہو گی، مگر دنیا کی محبت اور موت کی ڈر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں سے مسلمانوں کا رعب نکال دیا ہو گا، جب کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ موت کی محبت اور دنیا سے نفرت کی وجہ سے ایک ماہ کی مسافت کے برابر ان کا رعب ہوتا تھا۔ تاریخِ اسلامی میں سب سے زیادہ ذلتِ آمیز دور موجودہ زمانے میں مسلمانوں پر گزر رہا ہے، جیسا کہ اس حدیث میں اشارہ فرمایا گیا۔ چنانچہ حدیثِ مبارک میں فرمایا کہ اہلِ روم مسلمانوں کے خلاف "اعماق اور دابق" میں مسلمانوں کے خلاف اپنی افواج کو متفقہ طور پر جمع کر لیں گے۔ یعنی نام کے مسلمان تو ہوں گے، لیکن ان کے اعمال مکمل کافروں کے طرز پر ہوں گے اس وجہ سے عراق اور شام پر معاشی اور اقتصادی پابندی بھی ہو جائے گی اور دنیا بھر کا کفر مسلمانوں پر یکبار گی حملہ کرے گا، مسلمان کثرت کے باوجود سمندر کے جھاگ کی طرف بے وقعت ہوں گے۔

عصرِ حاضر میں اگر موجودہ شامی جنگ میں دیکھا جائے، تو اہلِ روم نے (یعنی عیسائی طاقتوں نے چاہے کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عیسائی ہوں جیسا کہ اکثر یورپی اور امریکی ممالک کے عیسائی افواج اور چاہے روسی آرتھوڈیک عیسائی ہوں) شام پر حملہ کر کے آخری جنگ کا آغاز کر لیا ہے۔ جب کہ دوسری احادیث میں اِس کی مزید وضاحت ملتی ہے کہ عیسائی طاقتوں کا مسلمانوں پر متفقہ حملے کا ایک

سبب یہ ہوگا کہ مسلمان حاکم عیسائی رومی طاقتوں کے حکم کے مطابق عمل کریں گے، جیسا کہ موجودہ دور مسلمان حکمرانوں کا رویہ ہے، جب کہ امام مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں ظہورِ مہدی کی نشانی عراق اور شام پر رومی طاقتوں کی جانب سے اقتصادی اور معاشی پابندی کا تذکرہ موجود ہے۔[صحیح مسلم، باب لا تقوم الساعة حتی یحسر الفرات، رقم:۲۸۹۶، ج۴ص۲۲۲۰] اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک روایت کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے، جس میں قیامت سے پہلے روم کی جانب سے شام میں نسلیں ختم کرنے والی ایک ایسی بڑی جنگ کا تذکرہ کیا ہے، جس میں غنیمت پانے پر خوشی نہ ہونے کا ذکر ملتا ہے، کیونکہ اس شامی جنگ کی طوالت اور قتلِ عام کی وجہ اکثر خاندان کے افراد مر چکے ہوں گے۔[صحیح مسلم، باب اقبال الروم فی کثرة القتل عند خروج الدجال، رقم:۲۸۹۹، ج۴ص۲۲۲۳]

فصل دوم: امیر المؤمنین کا مسلمانوں کو رومی کفار کے حوالہ کرنے کا مطالبہ ماننے سے انکار

اس بڑی جنگ میں مسلمانوں کے پاس وسائل کم اور افرادی قوت مختصر ہوگی، جس کا اندازہ لگا کر رومی طاقتیں اپنی مکر و فریب کے فتنے میں گرفتار کرنے کے لیے اِس وقت کے مسلمان امیر کو کہیں گے کہ تمہاری معاشی اور اقتصادی حالت درست نہیں، جب کہ ہمارے مقابلے کے لیے کسی قوی اور ہم پلہ مملکت کا ہونا ضروری ہے، لہٰذا امن وامان کی صورتِ حال کو برقرار رکھتے ہوئے عوام اور اپنی حکومت کو بچاؤ اور ہمارا مطالبہ پورا کرکے ہمارے مطلوبہ افراد جنہوں نے تمہاری ملک میں پناہ لے کر ہمارے ملک پر حملہ کرکے ہمارے معصوم عوام کی جانوں پر کھیلا ہے، وہ وانٹڈ (WANTED) افراد ہمیں دیئے جائیں۔ حدیث مبارک کے اس جملے کی یہی وضاحت آج سے ۴۴۰ سال قبل ملا علی القاریؒ نے اپنی شہرۂ آفاق شرح مرقاۃ المفاتیح میں کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: (قالت الروم: خلوا بيننا وبين الذين سبوا منا "نقتلهم") والمرادون بذلك هم الذين غزوا بلادهم، فسبوا ذريتهم، كذا ذكره التوربشتي –رحمه الله تعالى– وهو الموافق للنسخ والأصول[شرح المشکاۃ لملا علی القاری، باب الملاحم، رقم:۵۴۲۱، ج۸ص۳۴۱۲] ترجمہ: رومی عیسائی طاقتیں کہیں گی: "ہمارے مطلوبہ وہ قیدی جو ہم سے بھاگ کر تمہارے پاس پناہ لیے ہوئے ہیں، وہ ہمیں حوالہ کردو" اس حدیثِ مبارک میں اِن افراد سے مراد وہ لوگ ہوں گے، جنہوں نے رومی عیسائی طاقتوں کے ممالک پر حملہ کیا ہوگا اور ان کے اولاد، نسل اور خاندانوں کو نقصان پہنچایا ہوگا۔ حدیث کے مختلف نسخوں اور اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہی تشریح زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔

امیر المؤمنین کا مسلمانوں کے حوالگی کے انکار کی وجہ شارحین حدیث کی نظر میں:

مسلمانوں کے پاس تعداد کی کمی، وسائل کا فقدان اور باہمی اختلاف کی صورتِ حال دیکھ کر رومی طاقتیں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنا اپنے لیے باعثِ حقارت سمجھیں گے، بلکہ سیاسی حکمتِ عملی اور دھوکہ وفریب کے لبادے اوڑھ کر مسلمانوں سے اپنے مطالبات منواتے ہوئے ان کے درمیان باہمی جنگ وجدال کا آگ لگانے کے لیے بالواسطہ اور بلاواسطہ یہ اعلان کریں گے کہ ہم ان کمزور لوگوں کے ساتھ جنگ نہیں کرتے، مگر یہ ہماری ایک شرط پوری کرلیں اور وہ یہ کہ ہمارے مطلوبہ لوگ ہمیں سپرد کردیں۔

رومی عیسائی طاقتوں کے اس مطلوبے کے سامنے ممکن ہے بہت لوگ دھوکہ کھا جائیں گے کہ اس میں کیا حرج ہے کہ ہم چند ایک افراد کو دے کر مسلمانوں کی کمزوری اور اسلامی حکومت کے بچانے کے لیے وقتی مصلحت کو پورا کرلیں۔

مگر اس وقت مسلمانوں کا امیر المؤمنین یقیناً حق اور باطل کے درمیان تمیز کرچکا ہوگا اور خدائی ہدایت کی روشنی میں کفر کے اس

جھانسے کو سمجھ چکا ہو گا، چنانچہ وہ سمجھ جائے گا کہ کفار ہم پر ضرور حملہ کرنے والے ہیں، لیکن وقتی طور پر اس بہانے ہمارے اور حملہ کرنے والے مسلمانوں کے درمیان تنازعہ اور اختلافات پیدا کرنے کے لیے کفارِ روم کا افراد کے مطالبے کا عنوان محض ایک دھوکہ اور جنگی حربہ ہے، جس کی خاطر مسلمانوں کے مابین انتشار پیدا کرنے اور ان کے اتفاق واتحاد کو تار تار کرنے ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ مسلمان خود بخود اپنے ہاتھوں سے کفار کے مطالبات تسلیم کرکے ان مطلوبہ افراد کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔

اِس نکتے کی طرف ملا علی القاریؒ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: (قالت الروم: خلوا بيننا وبين الذين سبوا منا) : على بناء الفاعل ("نقتلهم"): يريدون بذلك مخاتلة المؤمنين ومخادعة بعضهم عن بعض ويبغون به تفريق كلمتهم "ترجمہ: رومی عیسائی طاقتیں کہیں گی: "ہمارے مطلوبہ وہ قیدی جو ہم سے بھاگ کر تمہارے پاس پناہ لیے ہوئے ہیں، وہ ہمیں حوالہ کردو" یہاں "سبوا" فعلِ معروف "اور "بناء علی الفاعل" ہے "نقتلهم" کفارِ روم اپنے اس مطالبے مومنوں کو دھوکہ دے کر انہیں غافل خیال کرکے ان میں بعض کو دوسرے بعض کے خلاف ابھارنے اور ان کے ایک بات پر اتفاق واتحاد کو متفرق کرنے کے خواہش ہوں گے۔ [مرقاۃ، باب الملاحم، رقم: ۵۴۲۱، ج۸ ص ۳۴۱۲] مگر امیر المؤمنین کفارِ روم کے جنگی جھانسے کو اپنی خداداد بصیرت کی روشنی میں سمجھ جائیں گے اور اپنی کمزوری اور ضعف، حالات کی نزاکت اور اسلامی حکومت کو قربان کرکے ببانگِ دہل یہ اعلان کریں گے کہ ہم ہرگز تمہیں اپنے مسلمان مہمان بھائی نہیں دیں گے، بلکہ ہم ان کی خاطر ڈھال بننے کو بھی تیار ہیں اور اس بات پر قسم اٹھائیں گے، اس کے بعد باقاعدہ جنگ شروع ہو جائے گی، جس کے بعد مسلمانوں میں سے ایک تہائی کفار کے ساتھ مل کر ارتداد اختیار کرلیں گے، جن کا کبھی بھی اللہ تعالیٰ توبہ قبول نہیں کریں گے اور ایک تہائی مسلمان شہید ہوں گے، جب کہ ایک تہائی مسلمان کو اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائیں گے۔

تیسری بات: اپنے مسلمان بھائیوں کو کفار کے حوالے نہ کرنے کا خدائی بدلہ

کفارِ روم کو اپنے مسلمان بھائی حوالہ نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک عجیب صلہ اور انعام کا تذکرہ اس حدیث میں فرمایا: اور وہ ہے، آنے والے حالات میں کسی بھی سنگین فتنے سے بچنے اور ظاہری شیطانی و دجالی جھانسوں میں پھنسنے کا خدائی وعدہ کیا گیا۔ اور اس کے ساتھ دنیوی اور اُخروی عذاب میں مبتلا نہ ہونے کے ساتھ ساتھ فتحِ عظیم کا بشارت بھی دیا گیا ہے، مگر اشارۃً یہ بھی فرمایا کہ یہ عظیم فتح جہدِ مسلسل اور طویل محنتوں کے بعد ہی حاصل ہو گی، جس میں مسلمانوں کی فوج سے ایک تہائی مومنین جامِ شہادت نوش فرمائیں گے، جب کہ کفار کے مطالبات تسلیم نہ کرنے کے بعد ایک تہائی مسلمان کفار کے صف میں داخل ہو کر ارتداد اختیار کرلیں گے اور اِسی حالت میں انہیں موت آنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کا توبہ کفر وارتداد کی بناء پر قبول نہیں کریں گے۔ طویل عرصہ تک جہاد کرنے کے بعد مسلمانوں کو فتح نصیب ہو گا، مگر اس بار کی یہ فتح صرف اپنے ملک کے حدود تک محدود نہیں ہو گی، بلکہ یہ فتح دیگر متعدد فتوحات کا پیش خیمہ ہو گی، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ کفارِ روم کا اسلامی شہروں سے نکل جانا۔ ۲۔ دار الحرب کا مسلمانوں کے کھل جانا۔ ۳۔ قسطنطنیہ اور یورپ کے شہروں کا اسلامی خلافت کا حصہ ہو جانا۔

جب کہ ابن ماجہ کی ایک حدیث میں حضرت علیؓ کو مخاطب کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے علی! إنكم ستقاتلون بني الأصفر، ويقاتلهم الذين من بعدكم، حتى تخرج إليهم روقة الإسلام، أهل الحجاز، الذين لا يخافون في الله لومة لائم، فيفتتحون القسطنطينية بالتسبيح والتكبير [سنن ابن ماجہ، رقم: ۴۰۹۴، ج۲ ص ۱۳۷۰] ترجمہ: تم عنقریب انگریزوں

کے ساتھ جہاد کروگے اور تمہارے بعد آنے والے مسلمان بھی انگریزوں کے ساتھ جہاد کریں گے، جب کہ اس جہاد میں روئے زمین کے سب سے بہترین لوگ اور اہلِ حجاز بھی شریک ہوں گے، جو اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی کی ملامتی کی پرواہ نہیں کریں گے اور اس جہاد میں مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کریں گے۔

انہی باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ملا علی القاریؒ لکھتے ہیں: قلت: سبق مثل هذا في كلام التوربشتي، لكن الظاهر أن فيه إيماء إلى أن الفتح كان بمعالجة تامة. وفي القاموس: فتح كمنع ضد أغلق كفتح وافتتح والفتح النصر، وافتتاح دار الحرب، والاستفتاح الاستنصار والافتتاح، والمعنى: فيأخذون من أيدي الكفار [مرقاۃ المفاتیح باب الملاحم، رقم:۵۴۲۱، ج۸ ص۳۴۱۲] ترجمہ: ملا علی القاریؒ کہتے ہیں: علامہ تورپشتیؒ کے کلام کا بھی یہی حاصل ہے، لیکن ظاہر یہی ہے کہ "فیفتتحون" سے مکمل طور پر فتح کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ قاموس میں "فتح" کی تشریح میں "أغلق" یعنی بند ہونے کی ضد کہا ہے، جب کہ افتتح اور فتح دونوں "نصرت" اور کامیابی کو کہا جاتا ہے۔ دار الحرب کا افتتاح اور نصرت کا حاصل ہونا بھی مراد لیا جاسکتا ہے، اِس صورت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ مسلمان کفار کے ہاتھوں سے اپنی زمین واپس حاصل کرلیں گے۔

امام مہتدی امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ پر حدیث کی تطبیق:

امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ نے حقیقی اسلامی نظام پر مبنی حکومت قائم کرکے پوری دنیا پر یہ واضح کردیا کہ اسلام ہر دور میں نافذ العمل ہو سکتا ہے، مگر وڑلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملوں نے پوری دنیا کی حکومتوں پر امریکہ قہر وغضب نے لرزہ طاری کردیا اور افغانستان میں پناہ لینے والے عرب مجاہدین کو امریکہ کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا، مگر اُس وقت بھی آہنی اعصاب کے مالک شخصیت امیر المؤمنین نے اسلامی تعلیمات کے عین مطابق شرعی اصولوں پر فیصلہ دیتے ہوئے بغیر گواہوں کے عرب مہمانوں کو حوالہ کرنے سے انکار کردیا۔ جس کے جواب میں دنیا بھر کے افواج نے امریکہ کے ساتھ اتحاد کرکے افغانستان پر حملہ کرنا امریکہ کا ایک شرعی اور دفاعی حق قرار دیا، چنانچہ یورپی، نیٹو اور نان نیٹو افواج نے مل کر ہفتوں میں افغانستان پر حملہ کردیا۔

اِس کے بعد دنیا بھر کے مسلمان یا تو امریکی حمایت کا بول بولنے لگے اور افغانستان کے فیصلے کو غلط اقدام قرار دیا، جب کہ بعض مسلمان دبے لہجے میں امریکی حملے کی مخالفت کرتے رہے، اِس موقعہ پر قوی ایمان والے کھلم کھلا امریکی حملے کی مخالفت کرنے لگے اور آہنی مضبوط عقیدے کے مالک مسلمانوں نے مال کا نذرانہ پیش کیا اور جانوں پر کھیلتے ہوئے امریکہ کے خلاف لڑنے کے لیے سرِ زمین افغان پہنچ گئے۔

اگر تاریخ اسلامی کا مطالعہ کیا جائے، تو جتنی ایمانی ضعف اور کفر کا رعب عصرِ حاضر میں ہمارے سامنے ہے، گذشتہ ادوار میں نہ تو مسلمان کبھی اتنے کمزور ہوئے ہیں اور نہ ہی اتنے بے بسی کا منظر پہلے کہیں دیکھنے کو ملا ہے، تاہم اِس کے باوجود کفر کے تکبر اور رعونت کا پرواہ کیے بغیر اپنی کمزوری کا خاطر میں نہ لاتے ہوئے وقتی مصلحتوں کو نظرانداز کرنے والا، عالمی اسلامی مملکتوں کے دباؤ کو مسترد کرتے ہوئے ایمانی خودداری اور یقین کی اُولوالعزمی کا مظاہرہ کرنے والا صرف ایک ہی شخص تاریخ اسلامی کے سنہرے صفحات میں ثبت ہے، جو حقیقتاً **"امام مہتدی"** کہلانے کے لائق ہے، جس کو ہم **"امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ"** کے نام سے جانتے ہیں۔

چنانچہ امام بخاریؒ کے شیخ امام نعیم بن حمادؒ نے کتاب الفتن میں ایک روایت نقل کرکے اِسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے: عن كعب، قال: «يموت المهدي موتا، ثم يلي الناس بعده رجل من أهل بيته فيه خير وشر، وشره أكثر من خيره، يغضب الناس، يدعوهم إلى الفرقة بعد الجماعة، بقاؤه قليل۔ **ترجمہ:** مہدی اپنی موت مر جائے گا، پھر اس کے بعد

اہلِ بیت میں سے ایک آدمی امیر ہوگا، جس میں خیر اور شر دونوں عناصر پائے جائیں گے، مگر اِس میں شر کا عنصر خیر کی بہ نسبت زیادہ ہوگا، اِس سے لوگ ناراض ہوں گے، یہ امیر مسلمانوں میں اتفاق اور اتحاد کے بعد ان میں تفریق اور اختلاف کو دعوت دے گا، مگر اِس امیر کا دورِ حکومت بہت کم ہوگا۔

تشریح: صحیح مسلم کی حدیث کے تناظر میں اگر اِس روایت کی تطبیق عصرِ حاضر کے تناظر میں دیکھا جائے، تو اِس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ امام مہدی اپنی موت مر جائے گا، جیسا کہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ سالہا سال جہاد کرنے کے بعد اپنی موت وفات پاگئے، پھر فرمایا کہ اِس کے بعد امت میں جو امیر منتخب ہوگا اِس میں خیر اور شر دونوں قسم کے امور ہوں گے، مگر شر، فتنہ اور جنگ اِس میں غالب ہوگا، جس کی وجہ سے اُمت کے اتحاد واتفاق کو ختم کر کے پوری اُمت میں جنگ کی آگ بھڑکائے گا، جیسا کہ عراق اور شام میں ملا محمد عمر رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ہمیں اختلافات نظر آئے۔ اِس کے بعد فرمایا کہ اِس امیر کا دورانیہ کم ہوگا، جیسا کہ عراق اور شام میں قائم ہونے والی حکومت کا دورانیہ کم عرصے پر مشتمل تھا۔ تاہم ۲۰۱۰ میں وفات پانے والے علامہ بنوریؒ کے شاگرد رشید نے اِس روایت کی روشنی میں یہ پیشن گوئی کی تھی کہ اِس روایت سے مراد امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ ہے۔ [دیکھئے: ظہور مہدی اور فتنۂ دجال، ص ۹۲]

امام مہتدی اور ملا عمر:

يملك من بعده المهدي الثاني، وهو الذي يقتل الروم ويهزمهم، ويفتح القسطنطينية، ويقيم فيها ثلاث سنين وأربعة أشهر وعشرة أيام، ثم ينزل عيسى ابن مريم عليه السلام، فيسلم الملك إليه- الفتن، ج ۱ ص ۳۹۲- ترجمہ: اس کے بعد ایک دوسرا مہدی آئے گا، جو روم سے قتال کر کے انہیں شکست دے گا اور قسطنطنیہ کو فتح کرے گا، وہاں تین سال، چار مہینے اور دس دن قیام کرے گا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور اِس طرح امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکومت سپرد کریں گے۔

تشریح: اِس حدیث میں امام مہدیؑ لغوی کے بعد دوسرا امام مہدی علیہ الرضوان ظاہر ہوگا، جو یورپ کو شکست دے گا اور ان کے دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ تو اِس سے معلوم ہوا کہ مہدی موعود سے پہلے دوسرے مہدی آئیں گے، جن میں ایک روم کے ساتھ قتال اور جہاد کرے گا جیسا کہ یہی کردار امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ پر صادق آتا ہے۔ یہی بات حضرت بنوریؒ کے شاگردِ رشید حضرت مولانا بشیر احمد حصاریؒ نے ذکر کی ہے۔ [دیکھئے: ظہور مہدی اور فتنۂ دجال، ص ۹۴، ۹۳]

اہم نوٹ: جیسا کہ تمہیدی کلام میں گذر چکا ہے کہ احادیثِ مبارکہ میں بیان ہونے والی علامات اگرچہ ظاہری نظر میں متفق اور یکجا معلوم ہوتی ہے، مگر حقیقتاً یہ نشانیاں وقتاً فوقتاً تکمیل کو پہنچتی ہے، چنانچہ دو علامتوں کے پورے ہونے میں برسوں کا عرصہ بھی گذر سکتا ہے، ایسے ہی ان علامات میں تقدم وتاخر اور متکرر ہونا بھی ممکن ہے، یعنی ایسا ہو سکتا ہے کہ حدیث میں پہلی بیان ہونے والی علامت ایک زمانے میں مکمل ہو، جب کہ دوسری نمبر پر بیان ہونے والی نشانی پہلے مکمل ہو۔

اس تناظر میں اگر حدیثِ مبارک میں بیان کی گئی ملحمۃ الکبریٰ (یعنی عالمی جنگ) کے بارے میں مختلف علامات اگرچہ بظاہر ایک دوسرے کے ساتھ مربوط نظر آرہے ہیں، لیکن حقیقتاً ایسا نہیں، بلکہ ان دونوں میں تقدیم وتاخیر اور درمیان کا عرصہ طویل ہو سکتا ہے۔ گذشتہ تمہید کی روشنی میں اور عصرِ حاضر کے تناظر میں اگر دیکھا جائے تو افغانستان پر رومی عیسائی طاقتوں کا حملہ پہلے ہوا تھا اور شام پر حملہ اور اس کے بعد "اعماق اور دابق" میں کفار کی صف بندی بعد میں ہوگی۔

اسی طرح اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ امام مہدی علیہ الرضوان کے ساتھ بھی وہی کام ہو جائے، جیسا کہ امیر المؤمنین ملا عمر رحمہ اللہ

کے ساتھ ہوا، کہ پوری دنیا کے کفر کے مقابلے کو تیار ہوئے لیکن ایک اجنبی مہمان کو کفر کے حوالے نہیں کیا۔ اور یہی کام اگر امام مہدی علیہ الرضوان بھی کر دیں، تو ایک پیشن گوئی کا دو مرتبہ پورا ہونا کوئی ممانعت نہیں۔

ایسے ہی اگر حدیث کو اپنے اصل پر برقرار رکھا جائے اور ہم یہ کہے کہ یہ واقعات امام مہدی علیہ الرضوان کے دور میں وقوع پذیر ہوں گے، جیسا کہ اکثر شارحینِ حدیث نے یہی فرمایا ہے۔ تو بھی ہمارے دعویٰ پر اس صورت میں بھی کوئی قدغن نہیں آتا، کیونکہ اگر رومی کفار کے ساتھ امام مہدی کا جنگ اور امام مہدی سے مطلوبہ افراد کو مانگنا مراد لیا جائے، تب بھی امام مہدی علیہ الرضوان ان مسلمانوں کو رومی عیسائی کفار کو حوالہ نہ کرتے ہوئے اپنے پیشِ رو عظیم قائد **"امام مہتدی یعنی امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ"** کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے عمل کریں گے اور اپنے مسلمان بھائیوں کو کفار کے حوالے کرنے سے اعراض کریں گے۔ **لیکن یاد رہے:**

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کی گنبد پر — تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

چنانچہ حدیثِ مبارک کے آخری حصے میں اسی کی وضاحت کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فيفتتحون قسطنطينيةاور پھر ان کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ قسطنطنیہ فتح کریں گے۔ جب کہ دوسری احادیث مبارکہ میں بنو اسحٰق (یعنی اسلامی افغانی افواج کا) منتہیٰ یورپی نظام کو تہس نہس کرکے پایۂ تختِ رومی کو اپنے پاؤں تلے روندھ کر کفر کے یورپی ایوانوں میں زلزلہ برپا کر کے عالمی خلافت اور امام مہدی کے لشکر میں بنیادی کردار اداء کرنے والے سپاہیوں کے مرتبے پر فائز ہونا ہے، چنانچہ اسی کی طرف صحیح مسلم کی ایک حدیث میں اشارہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بنو اسحٰق کے ستر ہزار فوجی نعرۂ تکبیر سے بغیر اسلحہ کے، قسطنطنیہ کو فتح کریں گے" [صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فتح قسطنطینہ، رقم: ۲۹۲۰، ج۴ص۲۲۳۸]

ایک ضروری وضاحت: واضح رہے احادیثِ مبارکہ اور عصر حاضر میں یہ تطبیقات نہ تو حتمی ہیں اور نہ یقینی، بلکہ ظنی، غیر یقینی اور ممکنہ احتمال کے درجے میں صرف آنے والے حالات کے لیے عمومی احادیثِ الفتن کے ساتھ خصوصی مواقع اور افراد کے بارے میں بیان کی گئی احادیث الفتن کا بیان ہے، تاکہ قافلۂ حق کے ساتھ ملنے کی ایک جستجو اور دوسروں کو ترغیب کی ایک کوشش رہے، اللہ تعالیٰ مجھے بھی اخلاص ان عظیم ہستیوں کا مددگار بنائے اور قارئین کو بھی اس عظیم قافلے کے ساتھ دنیا اور آخرت میں شرکت نصیب فرمائیں۔

****

باب چہارم: امام مہدی کے مددگار جماعتوں میں معاشی، معاشرتی اور دیگر اہم اوصاف میں مماثلت اور عصر حاضر میں ان امور کا تطبیقی جائزہ

فصل اول: یمن اور افغانستان کا تاریخی پسِ منظر اور افغانستان کے موجودہ صورت حال سے مماثلت کا تطبیقی جائزہ

امام مہدی کے مددگاروں میں طالقان اور خراسان کے مجاہدین کا تذکرہ زیادہ ملتا ہے، چونکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مہدی کی نسب اگرچہ قریش سے ہوگی، لیکن ان کی اصل یمن سے ہوگی، ان کے آباء بلاد الحرمین کی طرف ہجرت کریں گے اور امام مہدی کی پیدائش مکہ میں ہوگی اور دوبارہ مکہ سے یمن کی طرف جلاء وطنی ہوگی، جب کہ امام مہدی کی بیعت سے پہلے خود امام مہدی کا سفر جہاد بھی افغانستان کی طرف ہوا ہوگا اور اس کے بعد بیعت کے لیے امام مہدی یمن سے اپنے مددگاروں کے ساتھ مکہ آئیں گے۔ چونکہ احادیث میں یمن اور اہل یمن کے بہت سے فضائل ذکر ہوئے ہیں، ذیل میں ہم یمن کے فضائل، احادیث میں ان کا تذکرہ اور موجودہ حالات میں احادیث کی تطبیق ذکر کریں گے اور اس کے بعد افغانستان کے ساتھ یمن اور اہل یمن کی

تاریخ پسِ منظر میں مماثلت پیش کریں گے۔

یمن اور اہل یمن کے فضائل: حضرت ابوہریرہؓ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے اور تین بار یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ ایمان یمنی ہے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی کریم ﷺ کی یہ دعا نقل کی ہے، اے اللہ ہمارے شام میں برکت ڈال دے اور ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔[صحیح البخاری، باب خیر مال المسلم غنم یتبع بہا شغف الجبال، رقم: ۳۳۰۲، ج۴ص۱۲۸۔] جبیر بن معطمؓ کی سند سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس روئے زمین کے سب سے بہترین لوگ اہل یمن آئیں گے، گویا کہ وہ بادل کی طرح چھائے ہوئے ہوں گے [مسند ابوداؤد الطیالسی، رقم: ۹۸۷، ج۲ص۲۵۴] سیدنا ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اہل یمن اخلاق کے اعتبار سے نرم لوگ ہیں۔[مسند احمد، مسند ابوہریرہ، رقم: ۲۰۲۰۷، ج۱۲ص۱۳۳] مذکورہ بالا فضائل کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے شام کے حالات کی خرابی کے بعد یمن کا ارشاد ذکر فرمایا۔

یہ احادیثِ مبارکہ جہاں اہل یمن کی صداقت، ایمان داری اور حکمت پر دلالت کرتی ہے، وہیں آخر زمانے میں ان کے ساتھ ملنے، دلوں میں ان کی محبت رکھنے، مال و جان سے ان کے ساتھ تعاون کرنے کے لیے یہ احادیثِ مبارکہ تنافس اور مقابلے کی ہمت افزائی کرتی ہے، مگر افسوس صد افسوس کہ آج عرب ممالک نے ان اہلِ ایمان کو گذشتہ تین سالوں سے بموں اور مہلک ہتھیاروں سے ختم کرنے کے درپے ہیں، جب کہ انہی یمنی اہل ایمان جماعت کو نبی کریم ﷺ نے مہدی آخر الزمان کے معاون، مددگار اور ان کا دستِ راست شمار کیا گیا ہے۔

موجودہ سعودی یمن جنگ اور ظہورِ مہدی:

پہلی حدیث: عن أنس قال: قال رسول اللهﷺ: الأزد أزد الله في الأرض يريد الناس أن يضعوهم ويأبى الله إلا أن يرفعهم، وليأتين على الناس زمان يقول الرجل: يا ليت أبي كان أزديا يا ليت أمي كانت أزدية.[سنن الترمذی، باب فی فضل الیمن، رقم: ۳۹۳۷، ج۶ص۲۱۸] **ترجمہ:** حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبیلہ اَزد زمین پر اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں، لوگ چاہتے ہیں کہ انہیں ذلیل ورسوا کریں، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت اور بلندی دینے کے علاوہ ہر بات سے انکار کیا ہے اور عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا، کہ آدمی کہے گا اے کاش! میرا باپ اَزدی قبیلہ سے ہوتا، اے کاش میری ماں اَزدی قبیلہ سے ہوتی، (تو کتنا اچھا ہوتا)۔

تشریح: اس حدیث میں یمن کے قبیلہ اَزد بن الغوث کی فضیلت بیان کی گئی، یہ قومِ سبأ کی ایک اہم شاخ شمار ہوتا ہے، اس حدیثِ مبارک میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی بہادر فوج، روئے زمین پر اللہ تعالیٰ مددگار گروہ، میدانِ کارزار میں نہ بھاگنے والے شیر دل، شجاع اور بہادر جماعت قرار دیا ہے، "اَزد" اور "اَسد" ایک معنٰی میں شمار ہوتے ہیں اس لیے "الأزد" کی تشریح "اَزد" سے کر دی گئی اور "اَزد اللہ" کہہ کر اہل یمن کی مزید شرافت بیان کی گئی۔ [مرقاۃ المفاتیح، رقم: ۵۹۹۱، ج۹ص۳۸۶۷]

دوسری حدیث: عن عامر بن أبي عامر الأشعري، عن أبيه، قال: قال رسول اللهﷺ: نعم الحي الأسد والأشعرون، لا يفرون في القتال، ولا يغلون، هم مني وأنا منهم.[سنن الترمذی، باب فی ثقیف وبنی حنیفۃ، رقم: ۳۹۴۷، ج۶ص۲۲۵] **ترجمہ:** عامر بن ابو عامر اشعریؒ اپنے باپ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہترین قبیلہ "اَسد" اور "اَشعری" ہے، جو نہ تو جنگ سے بھاگتے ہیں اور نہ ہی خیانت کرتے ہیں، وہ مجھ سے ہے اور میں ان سے ہوں۔

تشریح: اس حدیثِ مبارک میں یمانی قبائل کی تعریف کی گئی ہیں، جن میں بہتر قبیلہ "اسد" اور "اشعری" ہے۔ قبیلہ "ازد" کا دوسرا نام "اسد" ہے، جیسا کہ اس حدیث میں وارد ہے۔ اس قبیلے کے اوصاف میں پہلا وصف یہ بیان کیا کہ میدانِ قتال سے

نہیں بھاگتے، یعنی جب کفار کے ساتھ مقابلہ ہوتا ہے، تو اس دوران موت کی ڈر سے میدان نہیں چھوڑتے۔ دوسرا وصف یہ بیان کیا گیا کہ مالِ غنیمت جب ان کے ہاتھ میں آجائے، تو خیانت نہیں کرتے، بلکہ ہر آن امانت ودیانت کا معاملہ برتتے ہیں۔ تیسرا وصف یہ بیان کیا گیا کہ یہ قبیلہ مجھ سے ہیں یعنی اس قبیلے کے نیک لوگ میرے متبعین، میرے راستے پر چلنے والے اور میرے دوست ہیں۔[مرقاۃ المفاتیح، باب مناقب قریش وذکر القبائل، رقم: ۵۹۹۰، ج۹ ص۳۸۶۲]

تیسری حدیث: عن عبد الله بن عمرو، رضي الله عنه يقول: «كيف أنتم يا معشر أهل اليمن إذا أخرجتكم مضر؟» قلنا: ويكون ذلك يا أبا محمد؟ قال: «نعم، والذي نفسي بيده وهم لكم ظالمون» ، فقال رجل من اليمن: {وسيعلم الذين ظلموا أي منقلب ينقلبون} قال عبد الله: «أما لو أدركت ذلك لكنت معكم» [الفتن لنعيم بن حماد، رقم: ۱۱۹۵، ج۱ ص۳۹۷] ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے، اہلِ یمن کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے اہلِ یمن تمہارے کیا حال ہوگا، جب قبیلہ مضر کے لوگ تمہیں جزیرۃ العرب سے نکال لیں گے، ہم نے کہا: اے ابو محمد کیا ایسا ہوگا؟ تو حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے جواب دیا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، ایسا ہوگا اور وہ (یعنی قبیلۂ مضر) تم اوپر ظلم کریں گے، اس دوران یمن کے ایک آدمی نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: (اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ کون سی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں)، حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا: اگر میں اس زمانے کو پاؤ، تو میں تمہارے اپنے قبیلے کے برعکس تمہارے ساتھ ہوں گا۔

تشریح: اس روایتِ مبارکہ میں آئندہ قربِ قیامت کے دوران عرب کے مختلف قبائل جو قبیلہ مضر کے شاخ ہوں گے، وہ متفق ہو کر اہل یمن کے خلاف جنگ لڑیں گے، جس میں اہل یمن مظلوم اور دیگر قبائل ظالم ہوں گے اور آیتِ مبارکہ سے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے سامنے استیناس کر کے اہلِ یمن نے بتلا دیا، کہ اس جنگ میں اہل یمن مظلوم اور کمزور ہونے کے باوجود کفار پر فتح پائیں گے، اسی وجہ سے صحابیٔ رسول ﷺ نے بھی ان کے ساتھ شریک ہونے کا فیصلہ کر دیا۔

چوتھی حدیث: عن كعب، قال: «ما المهدي إلا من قريش، وما الخلافة إلا فيهم، غير أن له أصلا ونسبا في اليمن» ترجمہ: حضرت کعب احبارؒ سے روایت ہے کہ مہدی علیہ الرضوان نسب کے اعتبار سے قریشی ہوگا اور خلافت انہی قریش میں ہی رہے گی، جب کہ نسل اور اصل کے لحاظ سے علاقائی طور پر یمن کا رہنے والا ہوگا۔ [الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۱۱۱۵، ج۱ ص۳۷۵]

تشریح: اس روایت میں حضرت کعب احبارؒ نے نبی کریم ﷺ کے خاندان اور حضرت فاطمہؓ کے اولاد حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے نسل سے آخری دور میں مسلمانوں کے خلیفہ کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت اَرطاۃؒ نے فرمایا کہ اس یمانی خلیفہ کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ روم اور قسطنطنیہ کو فتح کریں گے، اسی کے دور میں دجال کا خروج ہوگا اور اسی کے زمانے میں عیسی بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہوگا، جب کہ انہی کے ہاتھوں حضرت ابوہریرہؓ کے ذکر کردہ غزوۃ الہند میں فتح ہوگا۔[الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۱۱۴۷، ۱۲۳۸، ج۱ ص۴۱۰، ج۱ ص۳۸۳]

پانچویں حدیث: عن أبي ذر أنه سمع رسول الله ﷺ يقول: "إنه سيكون رجل من بني أمية بمصر يلي سلطانا، ثم يغلب على سلطانه -أو ينزع منه- فيفر إلى الروم، فيأتي بالروم إلى أهل الإسلام فتلك أول الملاحم" [مجمع الزوائد، رقم: ۱۲۱۴۱۴، ج۷ ص۳۱۸] **ترجمہ:** حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، کہ بنوامیہ کا ایک آدمی ایک شہر میں بادشاہ ہوگا، اس کا پڑوسی بادشاہ اس کی حکومت پر غلبہ کر کے سلطنت اس سے چھین لے گا، بنوامیہ کا بادشاہ روم کے عیسائیوں کے پاس جا کر عیسائی افواج کو لائے گا، یہ مسلمانوں کی کفار کے ساتھ آخری عالمی جنگوں میں پہلی باقاعدہ

جنگ ہو گی۔

تشریح: حضرت ابوذرؓ کی اس حدیثِ مبارک میں بنو اُمیہ کے ایک بادشاہ کے خلاف پڑوسی ملک جنگ کرکے چھڑائی کرے گا، جس کے خلاف بنو اُمیہ کا بادشاہ روم کے عیسائیوں کے پاس جا کر کفری فوج کو مسلمانوں کے خلاف لائے گا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس بادشاہ کا یہ عمل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہو گا، یعنی مسلمانوں کو اپنی باہمی اختلافات آپس میں حل کرنے چاہیے تھے، لیکن مسلمانوں کے خلاف غیر مسلموں کو لانا انتہائی رسوائی کا اقدام ہے، یہی وجہ ہے کہ آگے اس اقدام کو مسلمانوں کے خلاف قربِ قیامت میں لڑی جانے والی عالمی جنگوں میں یہ جنگ پہلی بڑی لڑائی (ملحمۃ الکبریٰ) کی ابتداء ہو گی۔اس روایت کی تشریح اگر عصر حاضر کے تناظر میں دیکھی جائے، تو ۱۹۸۸ کے بعد عراق کویت جنگ کے بعد اقوام متحدہ کی جانب سے عراق پر لگائی جانے والی پابندیوں میں صرف یمن نے ان پابندیوں کی خلاف ورزی کرکے عربی اور اسلامی ہونے کا ثبوت دیا تھا، باقی دنیا بھر کے تمام رکن ممالک نے عراق کے خلاف یا سکوت کی ترجیح دے کر عراق میں بوڑھوں، خواتین اور بچوں پر بھوک وافلاس مسلط کرنے کے جرم میں اپنا حصہ ڈالا تھا، مگر یمن اور اہل یمن کے عراق کے پوری دنیا کے مقابلے میں عراق پر ظلم کے خلاف آواز بلند کیا تو عرب ممالک میں یمانی شہریوں کو جلاء وطن کرکے یمن ہجرت پر مجبور کر دیا، جب کہ یمنی اقتصاد کی اکثریت بیرون ملک کام کرنے والے یمانی مہاجرین پر تھی۔

چھٹی حدیث: "عن كعب: على يدي ذلك اليماني تكون ملحمة عكا الصغرى، وذلك إذا ملك الخامس من آل هرقل""ثم يلي من بعده المضري العماني القحطاني، يسير بسيرة أخيه المهدي، وعلى يديه تفتح مدينة الروم " قال أبو عبد الله نعيم: يخرج من قرية يقال لها يكلى خلف صنعاء بمرحلة، أبوه قرشي، وأمه يمانية" [الفتن لنعيم بن حماد، رقم:۱۱۳۷،۱۴۲۳، ج۲ص۵۰۴ج۱ص۳۸۰]

ترجمہ: حضرت کعب احبارؒ سے روایت ہے کہ اس یمنی خلیفہ کی سرکردگی میں "عکا" کا معرکۂ صغریٰ وقوع پذیر ہو گا اور اس کی ابتداء آل ہرقل کی نسل کے پانچویں بادشاہ کی سلطنت میں ہو گا، پھر اس کے بعد یمنی قحطانی، قبیلہ مضر کا بادشاہ آئے گا، تو وہ اپنے پیش رو مہدی کی سیرت پر چلے گا اور روم کا شہر اس کے ہاتھوں فتح ہو گا۔ابو عبداللہ نعیم کہتا ہے، یہ بادشاہ یکلی نامی شہر سے نکلے گا، جو صنعاء سے ایک مرحلہ فاصلے پر واقع ہو گا، اس کا باپ قرشی اور ماں یمنی ہو گی۔

تشریح: اس تناظر میں اگر دیکھے تو ٹرمپ کی صدارت کے ایک ہفتے بعد یمن کے گاؤں "یکلیٰ" شہر پر حملہ کیا، چونکہ یہود اور فری میسن اپنی غیبی باتوں پر یقین رکھتے ہیں، اس وجہ سے "تورات" کی روایت کے مطابق روم کو فتح کرنے والا شخص "یکلیٰ" شہر میں مہدی کے بعد آنے والا آدمی ہو گا، اس لیے اب ٹرمپ نے "یکلیٰ" پر چڑھائی کر دی، اس کے علاوہ اور کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ کہ پوری دنیا میں یمن اور سارے یمن میں پھر "یکلیٰ" کا انتخاب صرف اسی طرف نشاندہی نہیں کرتی؟

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کی روشنی میں یمن اور سعودی کی باہمی چپقلش

یمن اور سعودی تعلقات کا تاریخی پس منظر : برطانوی تعاون سے خلافت عثمانیہ کے ساتھ شریفِ مکہ کی غداری اور پھر بلاد الحرمین پر بادشاہت کے بعد جب سلطنتِ برطانیہ نے آلِ سعود کو حرمین شریفین کی تولیت آلِ سعود کے سپرد ہوئی، تو اپنی بادشاہت کی مزید تقویت کے لیے آل سعود نے سب سے پہلے اس وقت کے یمنی بادشاہ "امام یحیٰ حمید الدین المتوکل" کے ساتھ متعدد امور پر اتفاقِ رائے ہوئی، جن میں دونوں کی سلامتی اور داخلی امور میں عدمِ مداخلت بنیادی شرائط تھی، مگر روزِ

اول سے سعودی حکام نے ان معاہدات کی نہ صرف خلاف ورزی کی، بلکہ ہر دور میں یمانی قبائل کو اُبھار کر مستقل ریاست مانگنے اور یمنی سیاست میں اپنی اثر ورسوخ برقرار رکھنے کی باقاعدہ کوششیں کر کے یمن کو عدم استحکام سے دوچار کر دیا اور صرف اس پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ یمن کے کئی علاقوں پر کبھی رضامندی اور کبھی بالجبر سعودی حدود میں شامل کیا گیا۔ [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: sarah philips yemes, democracy experiment in regional perspective, page: 99-100) بحوالہ ویکیپیڈیا الحرۃ، العلاقات الیمنیۃ السعودیۃ] یمن کے شمالی علاقوں پر سعودی عرب اپنے اثر ورسوخ بڑھانے میں کامیاب ہو گئی، جب کہ جنوبی یمن میں روسی اور مصری مداخلت سے مشہور "سعودی، یمن جنگ" (۲۶ ستمبر ۱۹۶۲ء تا ایک دسمبر ۱۹۷۰) لڑی گئی، جس میں ایک طرف یمنی بادشاہت یعنی "مملکتِ متوکلیہ" اور دوسری طرف "جمہوریت کا علم بلند کرنے والی یمنی طاقتیں" آپس میں بر سرِ پیکار تھیں۔ مملکتِ متوکلیہ کی پشت پناہی پندرہ ہزار یورپی افواج اور برطانیہ، امریکہ اور سعودی عرب کے علاوہ اردن، شاہِ ایران (دولتِ بہلویۃ فارسیہ) کے افواج کر رہے تھے، جب کہ دوسری طرف سے جمہوریت کے طرفدار جمال عبدالناصر کی ستر ہزار فوجوں کے ساتھ سویت یونین کی مکمل سپورٹ شامل تھی۔

مملکتِ متوکلیہ کے بادشاہ "امام محمد البدر حمید الدین" جمہوری انقلاب سے بھاگ کر سعودی عرب پہنچ گئے، جیسا کہ موجودہ یمنی صدر عبدالہادی المنصور بھاگ کر گذشتہ تین سال سے ریاض میں مقیم ہے۔

آٹھ سال، دو ماہ اور پانچ دن کے بعد یہ جنگِ برطانوی اور سعودی افواج کی شکست کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچ گئی اور یمن میں جمہوری حکومت قائم ہو کر اس کے پہلے صدر "عبداللہ السلال" انقلابی لیڈر کے طور پر ایسے ہی سامنے آئے۔

جیسا کہ ۲۰۱۲ کی عرب بہار کے بعد علی عبداللہ صالح کی حکومت ختم ہو کر انقلاب شروع ہوا، تو مصر میں اخوان المسلمین کی طرح یمن میں حرکتہ الاصلاح کی انقلابی تحریک ہونے کی طرف گامزن تھی، جس کے نتیجے میں محمد مرسی کی حکومت کے نقشِ قدم پر یمن پر اسلام پسندوں کی حکومت قائم ہونی تھی، سعودی عرب نے مصر میں اخوان المسلمین کی حکومت کو گرانے کے بعد حرکتہ الاصلاح کو کمزور کرنے کے لیے "حوثی باغیوں" کو مدد فراہم کرنے شروع کی اور یوں حرکتہ الاصلاح کی تحریک کو کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ مگر حوثی باغیوں نے حرکتہ الاصلاح کو کچل کر صدر عبدالہادی المنصور کی حکومت کو بھی جب لات دینے کا ارادہ کیا، تو سابقہ صدر علی عبداللہ صالح کے حامیوں نے اس میں حوثی باغیوں کا ساتھ نبھایا اور سعودی عرب کے اشاروں پر چلنے والے صدر عبدالہادی المنصور کے خلاف ایران نے بھی حوثی باغیوں کو مزید مدد فراہم کرنی شروع کر دی، جب کہ حوثی باغیوں کی اکثریت زیدی شیعوں کی ہے، جو پورے یمن کے تقریباً تین فیصد ہیں اور یوں حرکتہ الاصلاح کے بجائے شیعوں سے مقابلہ کی ماحول ساز گار ہونے لگی۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر ریاض میں اسلامی ممالک کے فوج کا قیام عمل میں آیا اور ایک بار پھر سعودی عرب نے ۲۶ ستمبر ۱۹۶۲ء کی شکست کو بھول کر دوبارہ "مارچ ۲۰۱۵" میں یمن پر چڑھائی کی۔ سترہ سو پنسٹھ (۱۷۶۵) دن ہو چکے ہیں، مگر نہ تو یمنی صدر عبدالہادی المنصور کو یمن جانے کی فرصت ملی اور نہ ہی دارالخلافہ "صنعاء" حوثیوں کے قبضہ سے چھڑا سکے۔ جب کہ ایرانی اور روسی تعاون سے صرف گذشتہ ایک ماہ کے دوران بلیسٹک میزائل کے تقریباً ۳۰ حملے ہو چکے ہیں،

اب باقاعدہ یمنی حوثی جنگ ڈرون تیار کر کے سعودی حکومت کے گرانے کی پالیساں بنا رہے ہیں۔
عالمی طاقتوں نے بھی سعودی عرب کی یمن پر چڑھائی کو ایک ناجائز اقدام قرار دیا، جس کی وجہ گذشتہ پانچ سالوں میں کئی لاعلاج امراض، وبائیں اور بھوک وافلاس عام ہوئے۔ عرب اتحاد کی روزانہ بمباری سے حوثی باغی کم نشانہ پر لگتے ہیں اور بچے، عورتیں اور عوام ان سے زیادہ مرتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ بہت سے عرب علمائے کرام نے روزِ اول سے اس حملے کی مخالفت کی ہے۔

اہلِ یمن پر بمباری کا حدیثِ مبارک کی روشنی میں مطالعہ:

گذشتہ احادیث مبارکہ میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے اہلِ یمن مخاطب کر کے انہیں مظلوم قرار دیا اور قبیلہٗ مضر کے ہاتھوں اپنے علاقوں سے جلاء وطنی کی پیشن گوئی کی، اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشن گوئی حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے بذاتِ خود نبی کریم ﷺ سے سنی ہو گی، اسی وجہ سے اتنی وثوق کے ساتھ آپؓ نے اہل یمن کو یہ پیشن گوئی کی کہ میں تمہارا ساتھ دوں گا اور یہ قاعدہ ہے کہ جب مغیبات سے متعلق صحابیٔ رسول کوئی روایت بیان کرے، تو محدثین کے نزدیک وہ موقوف روایت بھی عام طور پر مرفوع شمار ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی اس پیشن گوئی کا عصرِ حاضر میں اگر سعودی، یمن تعلقات اور عصرِ حاضر میں تمام عرب ممالک کا بلاک بنا کر اہلِ یمن پر دن رات بمباری کرنے کے بارے میں قبیلہٗ مضر کی ظلم پر واضح دلالت کرتی ہے، جس کی تائید اقوام متحدہ اور مغربی ممالک کے اکثر جرائد واخبارات میں آئے روز سامنے آتی ہے۔ حدیث کی پیشن گوئی اور موجودہ صورتِ حال میں اہلِ یمن کی مظلومیت ان کی کامیابی اور تمام عرب ممالک کی ناکامی کی طرف واضح اشارہ کرتی ہے۔

سعودی عرب سے یمنی مہاجرین کی ہجرت : گذشتہ احادیثِ مبارکہ میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے اہل یمن کو خطاب کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ قبیلہٗ مضر کے لوگ تمہیں اپنی زمینوں سے جلاء وطن کریں گے، اس حدیث کے تناظر میں سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک سے اہل یمن کو گذشتہ اسی ۸۰ سالوں میں کتنی بار ظلم و تشدد کے ساتھ ملک بدر کیا گیا اور ۹۰ء کی دہائی میں یہ جلاء وطنی زیادہ شدت اختیار کر گئی، جب کہ ۲۰۱۳ء میں اہلِ یمن کے ساتھ دیگر تمام عربوں کے مقابلے میں نہایت جانب داری کا برتاؤ کر کے جبر واستبداد کا نشانہ بنایا، ان حالات میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی یہ پیشن گوئی کی صداقت پر واضح ثبوت ہے، ذیل میں عرب ممالک سے اہلِ یمن کی ہجرت کی ملک بدری کا مختصر تاریخی جائزہ لینے سے مذکورہ بالا پیشن گوئی پائے ثبوت تک پہنچ جائے گی:

ا۔ سلطنتِ عثمانیہ میں تمام عرب سلطنتیں خلافت کی ماتحت تھیں، اس وجہ سے موجودہ عرب ممالک اس زمانے میں ایک ملک کے متعدد شہروں کی طرح شمار ہوتے تھے، اس لیے دیگر شہروں کی طرح اہل یمن بھی پرانے ادوار کی طرح جزیرۃ العرب میں ہجرت کر کے آباد ہوتے تھے۔

سلطنتِ عثمانیہ کے کمزور ہوتے ہی طوائف الملوکی شروع ہوئی، تو انگریزوں کے غلبے سے بچنے کی خاطر ۱۹۱۸ء میں مملکتِ متوکلیہ کے نام سے یمن میں بادشاہت قائم ہوئی، اس لیے بہت یمنی عرب واپس آکر اپنے شہروں میں آباد ہوئے، سلطنتِ عثمانیہ کے سقوط کے بعد عرب میں متعدد حکومتیں قائم ہوئیں، اس کے لیے ہر حکومت نے مہاجرین کو ملک بدر کرنے کا سلسلہ شروع کیا، یہی طریقہ آلِ سعود نے بھی ۱۹۳۴ء میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی بادشاہت شریفِ مکہ سے چھین کر دیگر ممالک کے نقشِ قدم پر یمنی مہاجرین کو ملک بدر کرنا شروع کیا۔

۲۔ ۱۹۶۲ ستمبر ۱۹۶۲ء سعودی، یمن جنگ کے دوران یمنی مسلمانوں کو اس بار مزید بلادِ حرمین شریفین سے جلاء وطنی کا سامنا کرنا پڑا، مگر اہل یمن کی سعودی عرب سے سختی ظلم وستم اور مال واسباب پر قبضہ کر کے جلاء وطنی نے ۱۹۹۰ء میں مزید قوت پکڑی، اس دوران دس لاکھ سے زائد یمنی مزدور کو ملک بدری کا سامنا کرنا پڑا، جب عراق نے کویت کی غداری کے بدلے ان سے "عراق، ایران" جنگ کے دوران طے شدہ معاہدے کے مطابق تیل کے کنویں دینے سے انکار پر کویت پر حملے کیا، جس کے جواب میں کویت کے بادشاہ" جابر الصباح" نے امریکہ جا کر امریکی فوج کو خلیج بلانے کی دعوت دے کر عراق کے خلاف پابندیوں کی قرارداد پیش کی، تو ساری دنیا کے ممالک نے عراق کے خلاف ووٹ دیا، جب کہ یمن کے سفیر نے کویت کے خلاف حملے کو صدام کی خلاف ورزی، مگر ساری دنیا کے پابندی کو ظلم قرار دیا، جس کے جواب میں کویت، متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب نے عراق کی چڑھتی طاقت کو لگام دینے کے ساتھ ساتھ عرب ممالک میں سب سے غریب ملک یمن کو مزید غربت میں دھکیلنے کے لیے یمن کے مزدور اور دیگر کام کرنے والے مہاجرین کو نہ صرف ملک بدر کیا، بلکہ ان کے کاروبار اور مال کو بھی مختلف قانونی پیچیدگیوں پیدا کر دی گئی۔

۳۔ تیسری بار شاہ عبداللہ نے اپریل ۲۰۱۳ء میں مہاجرین کے لیے جدید قوانین متعارف کر کے اہل یمن کے ساتھ مزید سختی شروع کر دی، کیونکہ اس بار مہاجر کے لیے اپنا نیا کاروبار مستقل طور پر متعارف کرانا غیر قانونی فعل شمار ہونے لگا، جس کی سزا میں کاروبار کو ضبط کرنا اور ملک بدری کی سزا ہوتی تھی، ہاں البتہ کفیل کے نام پر کاروبار شروع کرنے کی اجازت ہو گی، مگر کفیل جب چاہے بغیر عذر کے کاروبار سے مہاجر کو فارغ کر سکتا ہے۔ [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: موقع "مارب" قانون العمل الجديد اضافة الى معاناة المغتربين اليمنيين"۔ نیوز یمن الالکترونی، ۱۵ اپریل ۲۰۱۳]

چونکہ سعودی تیل کمپنی "آرامکو" نے یمن، سعودی بارڈر پر یمن کے حدود میں غیر قانونی تیل کے کنویں کھودنے پر احتجاجات کیے، جس کے نتیجے میں شاہ عبداللہ نے یہ قوانین بنائے، تاکہ یمن کو مزید تنگ کیا جا سکے۔ [دیکھئے: بی بی سی، عربی، ۱۱ اپریل ۲۰۱۳ء "غضب فی الیمن من ترحیل آلاف العمال من السعودیۃ بسبب قانون العمل الجدید"] جب کہ یہ بات میں سعودی بادشاہوں کے بارے میں مشہور ہے، کہ انہیں اپنے والد شاہ عبدالعزیز آل سعود نے یہ وصیت کی تھی کہ اہل یمن کو ہمیشہ تنگی اور مصیبت میں رہنے دیا جائے اور وہاں کے لوگوں کو سیاسی اور معاشی طور پر کمزور کیا جائے، تب ہی سعودی بادشاہت کو دوام حاصل ہو گا، وگرنہ بصورتِ دیگر یمن کی معاشی اور سیاسی استحکام کے نتیجے میں سعودی عرب کی حکومت زوال پذیر ہونی شروع ہو جائے گی۔

عراق، کویت جنگ میں سعودی عرب کا کردار اور اس دوران اہل یمن پر ظلم وستم

عراق کی کویت پر چڑھائی کی سزا صرف صدر صدام اور اس کی کابینہ کو ملنی چاہیے تھی، مگر مغربی طاقتوں کے عجیب وغریب قوانین نے دنیا بھر کے ممالک کو جمع کر کے تیرہ سال تک عراق پر اقتصادی پابندیاں لگا کر لاکھوں بچوں کو فاقوں سے ہلاک کر دیا، وہیں عراق کے خلاف ہونے والے ان مظالم کے خلاف آواز بلند کرنے والوں ممالک کے عوام کو بھی بھوک وافلاس کے دلدل میں دھکیل دیا، جن میں عراق کے بعد یمن کے عوام سرفہرست ہیں، جنہوں نے عراقی عوام کے خلاف لگنے والی پابندیوں کے خلاف اقوام متحدہ میں ہونے والے اجلاس کے دوران عراق کے خلاف ووٹ نہ دیئے، جس پر تمام عرب ممالک بالخصوص کویت اور سعودی عرب نے یمنی مہاجرین کو ظلم وتشدد کا نشانہ بنا کر ملک بدر کر دیا اور خلیج کے سمندروں اور جزیرۃ العرب میں انگریزوں کو انتہائی عزت واستقبال کے ساتھ اپنی حفاظت کے لیے لا کر کھڑا کر دیا۔

امریکی افواج کے ایک سو پچاس عسکری جنگی اڈے سرزمینِ عرب پر غیر محدود مدت کے لیے دیئے گئے، جن میں دو لاکھ پچاس

ہزار فوجی یہودی جنرل "شورتس" کی سربراہی میں ۲۶ اگست ۱۹۸۹ء کو داخل کردیئے، جسے سابقہ امریکی صدر ریتشارد ٹیکسون (۱۹۷۲) نے عیسائی دنیا کی تاریخِ انسانی میں عظیم ترین فتح قرار دی۔

اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کو کئی بار شکست کا سامنا کرنا پڑا، آپس کی خانہ جنگیوں، طوائف الملوکی، اسلامی خلافت کا سقوط وغیرہ کئی کرب ناک مظالم مسلمانوں پر گزرے، مگر جزیرۃ العرب پر عیسائی افواج کو اتنی آسانی سے غلبہ دینا ابن العلقمی کی کاروائی سے زیادہ خطرناک تھا، جس نے بنو عباس کی خلافت کو تاتاریوں کے ہاتھوں ختم کر کے خلیفۂ وقت کو بھی موت کی گھاٹ اتار دیا تھا، لیکن اس بار عیسائیوں نے صرف جنگی معرکہ نہیں جیتا، بلکہ یہ معرکہ اپنے ہی مسلمان ملک یعنی عراق کے خلاف لاکر کھڑا کردیا، جب کہ صدام نے صرف دھمکی دی تھی، اور روس نے تو سعودی عرب سے ہزار گنا کمزور ملک پر حملہ کردیا، تو عرب مجاہدین کی کاروائیوں سے اللہ تعالیٰ نے روس کو نہ صرف شکست سے دوچار کردیا، بلکہ سویت یونین کے بخرے کردیئے، اس لیے اس بار عربوں نے انتہائی ذلت آمیز انداز میں عیسائیوں کو راستہ دیا۔ مگر اس سے زیادہ افسوس علمائے کرام کے ان فتاوی پر جنھوں نے اسے نہ صرف جائز، بلکہ اس کے لیے قرآن وحدیث، سیرت ومغازی کے متدلات پیش کر کے اس اقدام کو پیغمبر اسلام ﷺ کا سنت قرار دیا (اناللہ وانا الیہ راجعون)

ذیل میں ان علمائے کرام کے فتاویٰ ملاحظہ فرمایئے:

مملکتِ عربیہ سعودیہ کے سابق مفتی عبدالعزیز بن باز کا جزیرۃ العرب میں امریکی افواج کے بارے میں فتویٰ:

امن اور ضرورت کے حالات میں کفار سے دنیاوی معاملات میں مدد لینا جائز ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر کے یہود کے ساتھ بٹھائی کا معاملہ کیا، اگر کفار سے معاملہ ناجائز تھا، تو پھر آپ زمینوں کا معاملہ بھی نہ کرتے۔ ایسے ہی جب حاکمِ وقت کفار کے ساتھ صلح کر کے ان سے بعض مسائل میں امن لینا چاہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

شیخ محمد بن صالح العثیمین کا امریکی افواج کے حق میں فتویٰ: مسلمانوں اور کفار کے درمیان کسی بھی مشترک خاص مصلحت میں متفقہ طور پر لڑنا درست ہے، ہم اس صورت حال میں جانتے ہیں کہ وہ ہماری مصلحت کے لیے لڑ رہے ہیں، تو کیا اس وقت کفار سے مدد لینا جائز ہے؟ اس سوال کے جواب میں شیخ محمد بن صالح العثیمین نے فرمایا: ہاں، جب ان کے مزید شر سے ہم محفوظ ہو اور ہم اس موقع پر جنگی اعتبار سے ان کے محتاج ہو، تو ان سے مدد لینا جائز ہے، ہاں البتہ اگر ان کی ضرورت نہ ہو، تو بلاضرورت ان سے مدد طلب کرنا درست نہیں۔

شیخ مقبل بن ہادی الوادعی کا امریکی افواج کے حق میں فتویٰ: موجودہ صورتِ حال میں صدام حسین اگرچہ حقیقتاً امریکہ کا ہی آلۂ کار ہے اور امریکہ کی جانب سے لگائی ہوئی جنگ کی چنگاری کا ایک حصہ ہے، لیکن اگر اس کا مقابلہ نہ کیا گیا اور حرمین شریفین پر اسے غلبہ مل گیا، تو ہمیں بعث پارٹی کا رعایا بنادیں گے، اس طرح بعث پارٹی تمام اسلامی ممالک میں سر اٹھا کر چلے گی۔

جہاں تک امریکی صدر بش کا تعلق ہے، تو اللہ اسے رسوا کرے، (اس کا معاملہ امریکہ سے مختلف ہے) کیونکہ امریکہ آہستہ آہستہ وار کرتا ہے، اس وقت تک ممکن ہے کہ مسلمانوں کو وحدت مل جائے اور متفقہ تدبیر کے ذریعے ان کے شر سے محفوظ ہوجائے۔

شیخ ناصر الدین الألبانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا امریکی افواج کے خلاف فتویٰ: امریکی افواج کا جزیرۃ العرب میں آنے کے بارے میں بعض علمائے کرام کے جواز والے فتاویٰ سے مجھے تعجب ہوتا ہے، کہ یہ کس طرح ان کے آنے کا دفاع کرتے ہیں، یہ عجیب وغریب فتوی ہیں، درحقیقت یہ ایک ایسا فتنہ ہے، جس کی سابقہ مثال امتِ مسلمہ میں کہیں نہیں ملتی، اس فتنے کا اثر ہر گھر اور

انسان کے دل میں داخل ہوا ہے۔ رومی عیسائیوں کی جانب سے ایسا پہلی بار ہوا کہ جزیرۃ العرب کو اپنے کنٹرول میں کر کے تمام کے تمام مسلمانوں اور ان کے سارے وسائل پر قبضہ کر لیا، لیکن اس طرح کا سوچ عام لوگوں کا ہے، میرے خیال میں اگر جزیرۃ العرب کو صرف عسکری اعتبار سے کنٹرول کرتا اور مسلمانوں کو ان کے مقابلے کا غم و فکر ہوتا، تو یہ بات محاصرہ بہتر ہوتا، مگر یہاں صورت حال یکسر برعکس ہے۔ ایسے ہی شیخ سفر الحوالی نے فرمایا: روم کے ساتھ ملاحم قیامت تک جاری رہیں گے، مگر آخری ملاحم کی ابتداء یہی معلوم ہوتی ہے کہ جب دشمن کے مقابلے میں ہم خود کیوں نہیں ڈٹ جاتے کہ ہم کفر کو کفر کے مقابلے میں بلاتے ہیں۔ gulf.war2@yahoo.com اس حق گوئی کی پاداش میں انہیں جیل کی کوٹری میں جانا پڑا۔ اسی طرح شیخ سلمان العودۃ اور شیخ سعید بن زغیر پر ۲۵ سالہ قید کا حکم جاری ہوا۔ ایسے بہت سے اہل اللہ نے آواز حق بلند کر کے کفر کے مقابلے میں کھڑے ہو کر فاسق حکمرانوں کی اس فیصلے پر سخت ناراضگی اور کلمۂ حق عند سلطان جائر کی صدا لگائی۔

گذشتہ پس منظر کی روشنی میں احادیثِ مبارکہ کی ممکنہ غیر حتمی تطبیق:

بیسویں صدی کے آغاز سے ہی دوسرے مسلمانوں سے کئی زیادہ مصائب اہل یمن پر تکوینی طور پر ڈھائے گئے، روئے زمین پر جتنی سخت سے سخت سزائیں ممکن تھی، انہیں بروئے کار لایا گیا، جن میں جلاء وطنی، بھوک وافلاس، مار پیٹ کے ذریعے قتل، اہل وعیال کی بے عزتی اور گھروں وشہروں کی مسماری اور انہدام، نہ ختم ہونے والی جنگوں کا سامنا، طوائف الملوکی کے ذریعے تقسیم در تقسیم، شہر شہر درندگی اور ظلم کا دور دورہ، فرقہ واریت کی وباؤں کے علاوہ، لاعلاج بیماریوں اور قحط سالیوں کا سامنا، جب کہ ان تمام مظالم کے علاوہ اپنے ہی پڑوسی اسلامی ممالک کے افواج کا مساجد، مراکز، مدارس اور شادی بیاہ کی تقریبات ہر بمباری کا نشانہ بننے والے عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور دیگر بے گناہ عوام کو ہلاک کرنا شامل ہے۔ روئے زمین پر تمام مذاہب ومسالک، رنگ ونسل اور سارے حقوق دانوں کے نزدیک ملکی سرزمین پر قبضہ کرنا ایک بہت بڑا ظلم ہے، جس کا سامنا اہل یمن کو برداشت کرنا پڑا، اہل یمن کے سرزمین پر سعودی حکومت سے بزور جبر قبضہ کرنا "عسیران، جازان اور نجران کے علاوہ طائف کو بھی اپنے زیرِ تسلط بنایا۔

دنیا میں افغانستان اور صومالیہ سے کمزور ملک یعنی "یمن" کے بارے میں صحیحین اور دیگر کتب حدیث کے فضائل اور آخری دور میں امام مہدی کے ہاتھوں ان کی تمام اسلامی دنیا پر قبضہ کر کے اپنے ظلم کا بدلہ نہ لے کر خود تو غربت کی زندگی گزارنا، مگر دیگر تمام مسلمانوں میں بلا تفریق مال ودولت کو کثرت سے بغیر حساب وکتاب تقسیم کریں گے۔

شاید اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے چودہ سوانتالیس سال (۱۴۳۹) پہلے اپنے نبی محمد ﷺ کی زبانی اہل یمن کے عظیم فضائل بیان کیے اور ان پر ہونے والے مظالم، جلاء وطنی اور ملک بدری کو واضح انداز میں ذکر کیا۔ اور آخر زمانے میں اہل یمن ہی سے نبی کریم ﷺ کے نسل میں محمد بن عبداللہ المہدی کے تشریف لانے کی پیشن گوئی تقریبا پچاس سے زائد صحیح، ضعیف اور حسن روایات میں بیان کی گئی۔

جب کہ امام مہدی کے دور میں روئے زمین کے تمام مسلمانوں کا اہل یمن کے بارے میں رشک کرنا کہ کاش میری نسل یمنی ہوتی، کیونکہ تمام وزارتیں اور فوج کے اہم عہدے اہل یمن ہی کے پاس ہوں گے۔

اہل یمن کے حالات کا خلاصہ: اہل یمن کے حالات کا خلاصہ چند باتیں ہیں: ۱۔ اہل یمن کو عرب ممالک بالخصوص جزیرۃ العرب سے یمن کی طرف بے دخل کیا گیا۔ ۲۔ اہل یمن پر اپنی سرزمین بھی تنگ کر دی گئی، پہلے روس اور مصر کا امریکہ، برطانیہ، سعودی عرب، اردن اور شاہِ ایران کا میدانِ جنگ رہا۔ ۳۔ اس کے بعد امریکہ کی طرف سے کئی بار حملے کیے گئے اور

پھر علی عبداللہ صالح کی صدارت کے بعد سعودی عرب کی مدد سے باقاعدہ حملے کیے گئے اور اس بار القاعدہ کو بہانہ بنایا گیا۔ ۴۔ یمن کو تقسیم کر کے دو مختلف دھڑوں میں منقسم کر کے آپس میں ایک دوسرے کے خلاف لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی پر عمل کیا گیا۔ ۵۔ یمن کی تقسیم میں متنازعہ علاقوں کو چھوڑ کر سعودی عرب کے ساتھ باہم مشت و گریبان کیا گیا۔

مندرجہ بالا امور میں یمن اور افغانستان کی آپس میں مشابہت:

ا۔ گذشتہ چند دہائیوں میں اہل یمن کی طرح افغانی مسلمانوں کو کئی ممالک میں جلاء وطن ہونا پڑا، چنانچہ کئی لاکھ افغان مہاجرین ایران اور پاکستان میں ہجرت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

۲۔ اہل یمن کی طرح افغانی مسلمانوں پر بھی پہلے روس نے حملہ کر کے ۱۰ دس سال تک مظلوم افغانیوں کو ظلم کا نشانہ بنایا گیا۔ **۳۔** روس کے بعد اہل یمن کی طرح افغانیوں پر بھی امریکہ نے کئی بار میزائل حملے کیے اور پھر ہمسایہ ممالک کی مدد سے گیارہ ستمبر اور القاعدہ کا بہانہ بنا کر مسلسل انیس سال تک ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا۔ **۴۔** افغانستان میں دو متوازی جمہوری حکومتیں بنائی گئی، جب کہ حقیقی حکومت طالبان کی ہے۔ **۵۔** یمن کی طرح افغانستان کے ساتھ بھی ہمسایہ ممالک کے ساتھ متنازعہ علاقوں کو چھوڑ کر مشت و گریبان ہونے کی پالیسی پر عمل کیا گیا۔ ذیل سرزمین افغان اور یہاں برسرِ پیکار مجاہدین کے فضائل ذکر کیے جائیں گے:

احادیث مبارکہ میں افغانستان کے مجاہدین کی فضیلت:

یمانی مجاہدین کی طرح افغانی مجاہدین کے فضائل بھی کتب احادیث میں جابجا مروی ہیں، جن میں ان رجالِ کار افراد کی وضاحت ایک حدیث میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے، چنانچہ فرمایا: عن ابي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه واله وسلم قال ((لاتزال طائفة من أمتي يقاتلون على أبواب بيت المقدس وما حولها وعلى أبواب أنطاكية وما حولها وعلى أبواب دمشق وما حولها وعلى أبواب الطالقان وما حولها **ظاهرين على الحق** لايبالون **من خذلهم** ولا من يضرهم حتى يخرج الله لهم كنزه من الطالقان فيحيي به دينه كما أميت من قبل [تاریخ دمشق لابن عساکر، ج۱ص۲۶۰۔ تخریج احادیث فضائل الشام ودمشق لابی الحسن الربعی، ج۱ص۶۲]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ بیت المقدس کے دروازوں اور اس کے ارد گرد علاقوں میں جہاد کرتا رہے گا اور انطاکیہ کے دروازوں اور اس کے ارد گرد حدود میں جہاد کرتا رہے گا اور دمشق کے دروازوں اور اس کے ارد گرد میں جہاد کرتا رہے گا اور طالقان کے دروازوں اور اس کے ارد گرد شہروں میں قیام حق کے لیے یہ گروہ برسرِ پیکار ہوں گے، یہ مجاہدین نہ تو کسی کی ملامت گری کا پرواہ کریں گے اور نہ ہی انہیں نقصان دے سکیں گے، یہاں تک اللہ تعالیٰ ان کے لیے طالقان کے خزانے نکالیں گے، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ مردہ دین کو پھر سے دوبارہ زندہ کریں گے۔

تشریح: اس حدیث میں دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے ایک واضح پیغام موجود ہے کہ مسلمانوں جہاں کہیں بھی ہے، وہیں وہیں ان کے لیے اہلِ حق رجالِ کار کی جماعت اللہ تعالیٰ نے اپنے عالمِ غیب سے مہیا فرمائی ہے۔ آخری زمانے میں چار مقامات پر اللہ تعالیٰ ایک طائفہ منصورہ کے ذریعے اہلِ حق افراد کو منتشر فرما کر ان سے اپنے عظیم دین کی خدمت لیں گے، ذیل میں ان مختلف جماعتوں کا تذکرہ کریں گے:

پہلی جماعت: ان میں ایک جماعت بیت المقدس اور اس کے ارد گرد ہوگی، چنانچہ جب خلافت عباسیہ کمزور ہوئی، تو اللہ تعالیٰ اسلامی شیرازہ کو بکھرنے سے محفوظ رکھنے کے لیے سلاجقہ کو اسلامی نظام، بیت المقدس اور اس کے ارد گرد شہروں کی حفاظت کے لیے منتخب فرمایا۔ اور جب تاتاری فسادات حد سے تجاوز کر گئے، تو اسلامی شہروں کی بقاء کے لیے نور الدین زنگیؒ کو جہاد کے عظیم فریضے کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔ ان کے بعد صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے کارنامے زندہ اور تابندہ ہیں، جنہوں نے عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا کردار اداء کر کے بیت المقدس کو کفار کے قبضے سے آزاد کرایا۔ صلاح الدین ایوبیؒ کے بعد سے اب تک جب بھی صلیبی لشکر اور دیگر کفار بیت المقدس کی عظمت کو نقصان پہنچانے کے لیے آئے، تو ان کے مقابلے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے منتخب بندوں کو بالترتیب بھیج کر اپنے دین کی حفاظت فرمائی۔ اور یوں تاریخ کے ہر مرحلے میں بیت المقدس، شام اور اس کے ارد گرد شہروں کی حفاظت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ذریعے فرماتے رہے۔

دوسری جماعت: صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے وفات کے بعد ان کے اولاد میں اختلافات، عیسائیوں کے حملے اور تاتاریوں کے فسادات سے جب عالمِ اسلام کمزور ہوا اور انطاکی علاقوں میں اسلامی حکومتیں کمزور ہوئی، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے انطاکیہ اور اس کے ارد گرد سلطنتِ عثمانیہ کا بنیاد رکھنے والے عظیم مجاہد عثمان بن ارطغرل رحمہ اللہ کے کارناموں نے چھ سو ۶۰۰ سال تک عالمِ اسلام کو قلبِ واحد کی طرح یکجا رکھا۔

تیسری جماعت: سلطنتِ عثمانیہ کی کمزوری اور داخلی وخارجی دباؤ کے بعد جب ۱۹۲۴ کو مصطفیٰ کمال نے مسلمانوں کے اس عظیم خلافت کو تہس نہس کر دیا اور ایک بڑی سازش کے ذریعے پورے عالمِ اسلام کو اسلامی نظام سے محروم کر دیا، مگر اس وقت سے لے کر اب تک دنیا میں جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں، وہیں وہیں دین کی سربلندی کے لیے جان ومال کی قربانی دینے والے ہزاروں ایسے افراد موجود ہیں، جنہوں نے انطاکیہ اور ترکی میں اسلامی شعائر اذان اور حج کی حفاظت اور ان پر پابندی ختم کرنے کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر دیئے اور وقتاً فوقتاً ابھی تک اس کا تسلسل جاری ہے۔

عرب ممالک میں فرانسیسی اور انگریزی سازشوں کے خلاف "اخوان من اطاع اللہ" کی جماعت اور ان کی قربانیاں تاریخ کے عظیم صفحات میں درج ہیں۔ ایسے ہی عمر المختار شہید اور بیت المقدس کی حفاظت کرنے والے "القسام" شہداء کی ایک عظیم تاریخ ہمارے سامنے اس حدیث کے مصداق کے طور پر موجود ہے۔ افغانستان کے جہادی تربیت کے نتیجے میں عربوں کی از سرِ نو جہادی حمیت اور اسلامی غیرت نے سرزمینِ مقدس یعنی شام اور دمشق پر اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے بیش بہا قربانیاں پیش کر دی تھی۔ اور جب عراق پر حملہ ہوا، تو عرب مجاہدین نے امریکی افواج کی تعاقب میں کوفہ، بصرہ، بغداد، فلوجہ اور تکریت وغیرہ شہروں میں وہ کارنامہ ہائے انجام دیئے، جن کے نظائر تاریخ میں خال خال ہی نظر آتے ہیں۔

۲۰۱۱ء میں عرب بہار کے نام سے تیونس اور مصر سے شروع ہونے والے عوامی انقلاب نے دمشق میں زور پکڑا اور یہاں کے مسلمانوں کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا، مگر شام اور دمشق کے اہلِ عزیمت مجاہدین نے سرزمینِ مقدس شام کی دفاع میں دنیا بھر کے عالمی طاقتوں کی قلعی کھول کھول کر رکھ دی۔

چوتھی جماعت: سرزمینِ خراسان اور ہندوستان میں اسلام کی خدمت حضرت عثمانؓ کے دور سے شروع تھی، مگر محمد بن قاسمؒ کی محنتوں سے یہاں اسلام تیزی سے پھیلتا گیا۔

بنوامیہ میں ظلم وستم کی کثرت نے جس طرح دوسرے مسلمانوں کو پریشان کیا تھا، اسی طرح خراسان اور ہندوستان کے مسلمان بھی ان سے نالاں تھے، چنانچہ بنوامیہ کی حکومت کا خاتمہ اور بنوعباس کو خلافت دینے میں عملی کردار خراسانی فوج نے ادا کی

تھی۔ یہاں سے اسلامی تاریخ میں خراسان اور اہلِ ہندوستان نے اپنا مقام بنانا شروع کر دیا تھا، چنانچہ جب سلطان محمود غزنویؒ نے خلافتِ عباسیہ میں خراسان اور ہندوستان میں اسلامی نظام کے قائم کرنے کے لیے جہاد کا جھنڈا بلند کیا، تو یہ جھنڈا انگریزوں کے دور میں اسلامی حکومت کے انہدام کی صورت میں گرایا گیا، مگر اسلامی نظام کی حفاظت کے لیے ہمیشہ سے اہلِ ہندوستان اور اہل خراسان نے جہاد سے دریغ نہیں کیا، چنانچہ خلافتِ عثمانیہ کی حفاظت کے لیے شیخ الہند محمود حسن دیوبندیؒ نے اہلِ خراسان اور اہل ہندوستان کو متفق کرنا شروع کیا تھا، مگر تکوینی طور پر یہ تحریک وقتی طور پر ناکام ہوئی۔

مگر عرب و عجم کے مسلمانوں کو جہاد جیسے عظیم سبق سکھانے کے لیے تکوینی طور پر "افغانستان" میں جہاد کے مدارس قائم کرنے کے لیے روس نے افغانستان پر حملہ کیا، جس کے لیے افغانی جرات، عربی استقامت، ہندوستانی خطابت و تصنیف اور شیشانی شجاعت اور دلیری نے سب کو ایک منہج پر متفق کیا اور یوں وقت کے عالمی طاقت نے افغانستان میں شکست کھائی۔

گیارہ ستمبر کے حملوں کے بعد افغانستان پر امریکی یلغار کے سامنے امارت اسلامی کے مجاہدین اور علمائے افغانستان نے امریکہ سپر پاور کے نظریاتی بت کو ریزہ ریزہ کر دیا اور امریکیوں کو افغانستان سے بھاگنے اور مذاکرات پر مجبور کر دیا۔

حدیثِ طالقان کی تشریح: حدیثِ مبارک میں ذکر کردہ جماعت کے اہم صفات میں چند ایک یہ ہیں:

پہلی صفت: "ظاهرين على الحق" سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے اپنے جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر احکاماتِ دینیہ کے نفاذ میں علمی اور عملی نقصانات کا ازالہ کرنے والی جماعت ہے۔

جن کی علمی اور عملی سرگرمیاں قیامت تک روزِ روشن کی طرح دلیل اور عمل دونوں سے ظاہر ہوں گی اور اسلام کے مخالفین پر یہ جماعت ہمیشہ غالب ہوں گی، اگرچہ یہ غلبہ حکومت حاصل کرنے کے اعتبار سے نہ ہو، لیکن دین کی عزت اور مخالفین کے سامنے سینہ سپر ہونے کے لحاظ ہمیشہ دشمنانِ اسلام کی آنکھوں میں کانٹے ہوں گے۔[فتح الباری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب لا تزال طائفۃ من امتی، ج۱۳ ص۲۹۴]

دوسری صفت: "لايبالون من خذلهم ولا من يضرهم" راہِ حق میں اپنوں کی طرف سے بے رخی اور مخالفین کی جانب سے ظلم و تشدد ان حضرات کے ایمان میں ذرہ برابر کمزوری نہیں لا سکے گی، بلکہ مدِ مقابل میں آنے والوں کی کثرت ان کے ایمان میں زیادتی کا فائدہ دے گی۔

اسی طرح اپنے مسلمانوں کا حق پر مانتے ہوئے بھی نصرت نہ کرنا ان کے لیے اعلائے کلمۃ اللہ میں رکاوٹ نہیں بنے گی۔[شرح سنن ابن ماجہ للسیوطی وغیرہ، ج ۱ ص ۳] جب کہ اس حدیث کے دوسرے طریق میں یہ الفاظ بھی مروی ہے کہ کسی کی مدد کرنے سے انہیں خوشی نہیں ہو گی، تاکہ ان کا احسان اپنے اوپر مانے، بلکہ دین کی خدمت کی خاطر کسی کی مدد کرنے یا نہ کرنے کی صورت میں یہ لوگ اپنی مدد آپ کے تحت دین کی خدمت کریں گے۔

مجاہدین کے لیے ایک عظیم نعمت: اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے دنیا میں سب سے عظیم نعمت اللہ تعالیٰ کی زمین پر اس کا نظام قائم کرنا مقصود ہوتا ہے، چنانچہ دنیا بھر میں جاری جہاد کا ثمرہ ذکر کیا گیا کہ آخری میں اللہ تعالیٰ طالقان میں ایسے افراد ظاہر کریں گے، جن کا مقصود روئے زمین پر دین کا از سرِ نو زندہ کرنا ہو گا، جب کہ ان کے آنے سے پوری دنیا میں اسلامی نظام کا نفاذ اور اس کا قیام ایک ڈراؤنا خواب ہو چکا ہو گا، مگر اللہ تعالیٰ اپنے خزانوں سے ایسے افراد ظاہر کریں گے، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اسلام کو دوبارہ زندہ کریں گے، چنانچہ فرمایا:

"حتى يخرج الله لهم كنزه من الطالقان فيحيي به دينه كما أميت من قبل" یعنی دنیا بھر میں جاری جہاد کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ مجاہدین کے لیے طالقان سے ایک ایسا خزانہ نکالیں گے، جس کے ذریعے مٹے ہوئے اسلامی نظام کے اثرات کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے ان لوگوں کے خدمات کلیدی کردار اداء کریں گے۔

علمائے افغانستان درحقیقت طالقان کے خزانے اور امام مہدی کے مددگار:

گذشتہ حدیث میں طالقان میں موجود خزانوں کا تذکرہ ہے، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے دین کو دوبارہ زندہ کریں گے، ان خزانوں کی وضاحت ایک دوسری حدیث میں موجود ہے، جس میں ان خزانوں کی مکمل تشریح کی گئی:

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ میری امت میں ایک حق کے غلبے کے لیے برسرِ پیکار رہے گا، حق کے لیے لڑنے والی یہ جماعت اپنے مخالفین پر غالب آتی رہے گی، یہاں تک اس جماعت کا آخری لشکر دجال سے لڑے گا، یہ روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نقل کیا گیا ہے، جب کہ ابن عساکر کی ایک روایت میں اس جماعت کی وضاحت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ طالقان کے دروازوں پر اس وقت تک لڑے گی یہاں تک کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ طالقان سے نکلیں گے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک حدیث میں اس طالقان کے اس خزانے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: تمہارے لیے خوشخبری ہو، اے طالقان کی جماعت! کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہاں رکھے گئے خزانے ہیں، جو نہ تو سونے کے ہیں اور نہ چاندی کے، بلکہ وہ خزانے رجال یعنی آدمیوں کے ہیں، کیونکہ یہاں کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو اسی طرح پہچانا ہے، جس طرح اس کے پہچاننے کا حق تھا اور یہی آخری زمانے میں امام مہدی علیہ الرضوان کے انصار و مددگار ہوں گے۔

تشریح: گذشتہ تحقیقات اور احادیث مبارکہ کے تناظر میں یہ بات واضح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر میں اپنے دین کی اشاعت اور اس کی حفاظت کے لیے ہر دور میں چند ایسے افراد کا اَزل سے انتخاب فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی منشاء کو صحیح طور پر پہچاننے اور اس کے مطابق وقتی فتنوں اور زمانے کے نشیب و فراز کا خیال رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کا حق اصولی اور شرعی طور پر مکمل ادا کرتے ہیں۔

اہلِ حق کی یہ جماعت طالقان میں اللہ تعالیٰ کی زمین پر اس کی خلافت قائم کرنے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جان و مال، عزت و آبرو اور نسلوں کی قربانی دیتے ہوئے دنیا بھر کی کفری طاقتوں اور اپنے اندر موجود غیر مسلموں کے اشاروں پر چلنے والے افراد کی تمام ظاہری و باطنی، خفیہ اور علانیہ سارے مکر و فریب کو تہس نہس کریں گے۔

عصر حاضر کے تناظر میں اگر دیکھا جائے، تو یہ گروہ علمائے افغانستان کی صورت میں غلبۂ دین اور اقامتِ خلافت کے لیے بے لوث خدمت گار جماعت ہے، جنہوں نے چالیس سالہ جہادی جدوجہد کی روشنی میں اپنے آپ کو اس حدیث کا مصداق ٹھہرایا۔

فصل: یمانی اور افغانی معاشروں میں مماثلت اور عصرِ حاضر کے تناظر میں تطبیقی جائزہ

قبائلی خودداری، غیرت اور مہمان نوازی، سخاوت، دلیری، شجاعت اور ایمان داری افغان معاشرے کا بنیادی خاصہ ہے، لیکن باہمی جنگ و جدال، قتل و قتال، خون ریزی اور اپنی سرزمین پر غیروں کو قبضہ نہ دینا بھی ان کا ایک بنیادی صفت ہے۔

خراسانی مسلمانوں کا دینی جذبہ: ابن حوقلؒ ایک طرف تو وہ اس زمانہ کے خراسانی مسلمانوں کی تعریف میں رطب اللسان ہے، کبھی لکھتا ہے کہ: "جہاد کرنے میں ان خراسانی مسلمانوں سے اپنی طاقت و قوت، جوش کے لحاظ سے اسلامی ممالک میں کوئی ملک ان کے جوڑ کا نہیں ہے۔" کبھی لکھتا ہے کہ: "ان میں جن لوگوں کا حکومت سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے، ان کا بھی حال یہ ہے کہ باوجود اتنی بُعد مسافت کے حج کا انتہائی ذوق ان لوگوں پر غالب ہے۔ صحرا کے (جو خراسان اور عرب کے درمیان

واقع ہے) قطع کرنے میں ان سے زیادہ جری کوئی نہیں ہے۔[ہزار سال پہلے، مولانا مناظر احسن گیلانی، ص۲۸۸]

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی رائے: جب اسلام افغانستان میں آیا تو اچانک یہ قوم ہزاروں سال کی نیند سے بیدار ہوگئی اور اتنی لمبی چھلانگ لگائی جس کی دوسری قوموں میں مثال نہیں ملتی۔ اسلام کے زیر سایہ آتے ہی یہ لوگ سب سے زیادہ طاقتور سب سے زیادہ بہادر، سب سے زیادہ بلند ہمت، دور بین اور فولادی اعصاب کے مالک ہونے لگے۔

یہ قوم جب بزمِ کائنات میں شامل ہوئی، تو ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی مدفون خزانہ یا کوئی سربستہ راز تھا جو اچانک منکشف ہو گیا۔ کیا ان کے جسموں سے بجلی کرنٹ چھو گیا تھا یا کوئی جادو کی چھڑی تھی جس نے آن کی آن میں ان قناعت شعار، ٹھہری ہوئی پر سکون اور عزلت گذیں قوم کو غیور و جسور، ظفر مند اور رواں دواں قوم میں بدل دیا۔ کیا اس طوفانی ندی کے دہانے پر کوئی بڑی سی چٹان پڑی تھی جو اس کے زور اور روانی کو روکے ہوئے تھی؟ افغانیوں کی زندگی کے انقلاب کا حقیقی سبب اور اس کی شاہ کلید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی برکت سے تین بنیادی اور اہم جوہروں سے نوازا تھا: ۱۔ طاقتور پیغام اور اس کے اغراض و مقاصد۔ ۲۔ نوعِ انسانی خارجی دنیا اور حقائق اشیاء کے بارے میں وسیع نقطۂ نظر۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کی مدد تائید پر کامل اعتماد اور جدوجہد کے نتائج پر یقین۔ یہ وہ تین عناصر ہیں جن سے قوم کے کردار کی جدید تشکیل ہوتی ہے اس کو نئی زندگی ملتی ہے اور وہ نئی تاریخ بناتی ہے اور اپنی مخفی طاقتوں اور نامعلوم وسعتوں سے دنیا کو حیران و ششدر کر دیتی ہے۔

پہلے اس قوم کے پاس کوئی پیغام یا کوئی بلند مقصد نہیں تھا ایک چھوٹے سے علاقے تک محدود تھی۔ اپنے جانوروں اور مویشیوں میں مگن رہتی تھی اکثر آپس میں بر سرِ پیکار رہتی تھی۔ جنگوں اور آویزشوں کا انجام اخلاقی اور روحانی بے مائیگی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے زمانۂ جاہلیت میں عرب خانہ جنگی میں مصروف رہتے تھے۔ اسی طرح افغانیوں کے سامنے بھی اپنی خون آشام فطرت کی تسکین اپنی جنگ کی پیاس بجھانے اور خطر پسند طبیعت کو مطمئن کرنے کے لیے خانہ جنگیوں، چراگاہوں اور جانوروں کے لیے لڑائیوں، قبائل یا انفرادی غیرت و نخوت کے اظہار یا نام نہاد اور خیالی اہانتوں کا بدلہ لینے کے لیے بر سرِ پیکار ہونے کے علاوہ اور کوئی میدان نہیں ملتا تھا۔ لیکن جب اسلام آیا تو عربوں کے سامنے ایک بلند مقصد اور انسانیت کے لئے ایک طاقتور پیغام آگیا، یہی حال افغانیوں کا ہوا۔ اسلام سے پہلے یہ صرف اپنے لئے زندگی گزار رہے تھے اور اب اللہ تعالیٰ کا کلام ان کے کانوں کی راہ سے دل میں اتر رہا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کے افکار و خیالات، احساسات اور اعصاب پر ایک نئی روح چھا گئی اور اب وہ نئی قوم تھے۔

افغانی معاشرے کا دوسرا عنصر: محدود زندگی: دوسرا عنصر یہ ہے کہ افغانی بہت تنگ اور محدود زندگی گزار رہے تھے کائنات اور انسان کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر بہت محدود تھا۔ پھر ان کی سوچوں میں وسعت آگیا کہ وہ نہ جغرافیائی حدود کو تسلیم کرتے تھے نہ خود ساختہ اور بے دلیل تقسیمات کو۔

مسلمان ان حدود سے نکل کر وسیع کائنات میں آگئے اور اگر یہ وسیع نقطۂ نظر نہ ہوتا تو وہ بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح صدیوں تاریکیوں میں بھٹکتے رہتے۔

افغانی معاشرے کا تیسرا عنصر: مضبوط اور مستحکم اعتماد: جب وہ خدائے واحد پر ایمان لے آئے، اس کے رسول اور آخرت پر ایمان لے آئے اور یہ سمجھ گئے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اس سے نہ ایک لحظہ پہلے آسکتی ہے نہ مؤخر ہو سکتی ہے، تو اِس ایمان نے ان کو خود شناسی اور خود اعتمادی عطا کی۔ وہ یہ سمجھ گئے کہ انسان کی موت اُسی وقت آسکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے تو انہوں نے اِس کا بھی یقین کر لیا کہ دنیا میں ہر ایک کی موت کا وقت مقرر ہے اور ہر چیز اللہ ہی کے دستِ قدرت میں ہے، پھر انہوں نے مزید خود اعتمادی اُس آسمانی پیغام سے حاصل کی کہ ان کی حیثیت خدا کی فوج کی ہے اور وہ اللہ اور اس کے دین

کے معین ومددگار ہیں: (إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ (172) وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ)" ترجمہ: بے وہی غالب کئے جائیں گے اور ہمارا تو قاعدہ عام ہے کہ ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے"۔

تاریخ بتلاتی ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے محدود وسائل میں مشرق اور جنوب کی آخری سرحدوں تک اسلامی فتوحات کا سلسلہ بڑھایا تھا اس کی اصل وجہ مقصد زندگی کا پہچان، خود اعتمادی اور اسلامی نظام کی بقاء ہے۔[افغانستان کا تاریخی پسِ منظر اور فتح وشکست کے اسباب، ج۸ص۱۲۰]

مذکورہ بالا یہی صفات اہل یمن کے فضائل میں بھی احادیث مبارکہ کی روشنی میں ذکر کیے گیے، چنانچہ بڑے بڑے صحابہ کرامؓ جن میں حضرت ابوہریرۃؓ، حضرت شرحبیل بن حسنہؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اہل یمن کے فضائل کے روشن مینار تھے۔اور یہی صفات بعد کے زمانوں میں بھی رائج رہی۔

فصل سوم: افغانیت پر یمانی تاریخی کی روشنی ایک تحقیقی اور تطبیقی جائزہ

گذشتہ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ افغانی علمائے کرام، یہاں کے مجاہدین اور عوام الناس میں یمانی عربوں کے وہی صفات موجود ہیں، جو اصل اہل یمن کے صفات ہیں، تحقیق بسیار کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اس کی بنیادی وجہ یمانی قبائل کی وجہ سے یہاں اسلام کا پرچار اور یہاں کے مقامی آبادیوں میں رہائش اختیار کرکے یہاں کی زبان بھی اختیار کرلی گئی، لیکن چونکہ عجمی معاشروں میں نسب کی یاداشت اور اس کی تاریخی حفاظت اس طرح نہیں ہوتی، جس طرح عربی معاشروں میں ہوتی ہے، اس وجہ سے یہاں کے لوگوں کے اکثر عقائد واعمال یمانی عرب رہ گئے، لیکن عربی زبان اور نسب کی تاریخی یاداشت اگرچہ کچھ نہ کچھ باقی ہے، تاہم باقاعدہ رائج نہیں۔اس بات کی دلیل اسلامی تاریخ کے دریچوں میں مؤرخین کے وہ دلائل ہیں، جن کی روشنی میں ہم بطورِ یقین کہہ سکتے ہیں کہ افغانی معاشرہ درحقیقت یمانی عربی معاشرے کے بنیادی خدوخال کے اثرات کا حامل ہے۔

پہلی دلیل: الیعقوبی: "في جميع مدن خراسان قوم من العرب من مضر وربيعة، وسائر بطون اليمن"[تاریخ الدولۃ العربیۃ، ص۳۹۵] ترجمہ: علامہ یعقوبیؒ کے مطابق خراسان کے تمام شہروں میں مضر اور ربیعہ عرب اقوام کے اکثر شاخ اور سارے یمانی خاندانوں کی جڑیں یہاں آباد ہیں۔

تشریح: علامہ یعقوبیؒ کے اس تائید سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ عرب قبائل میں مضر، ربیعہ اور یمانی قبائل خراسان کے تمام شہروں میں ابتداء ہی سے آباد تھے، چونکہ یہ بات تجربے سے ثابت ہے کہ جہاں مختلف قبائل آباد ہو جائے تو وہاں ایک دوسرے کے عادات واطوار، عرف ورواج، رسومات اور عقائد واعمال پر اثرات ضرور مرتب ہوتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ جب خراسان کے سارے شہروں میں عرب قبائل آباد ہوئے، تو یہاں کی فطری خودداری، غیرت اور شجاعت ودلیری جب عرب قبائل سے گھل مل گئی، تو ان پر عربیت کے نقوش اور افغانیت کے خدوخال میں مزید نکھار آگیا۔

عرب فاتحین کو یہ ضرورت کیوں محسوس ہوئی کہ عرب اقوام کو خراسان اور افغانی سرزمین پر ہوئی، ذیل میں تاریخِ بخاریٰ کے اس نص سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے:

دوسری دلیل: قتيبة بن مسلم عندما رأى أهل بخارى يقبلون الإسلام في الظاهر، ويعبدون الأصنام في الباطن، أمرهم أن يعطوا نصف بيوتهم للعرب، ليقيموا معهم، ويطلعوا على أحوالهم، فيظلوا مسلمين بالضرورة. ولما فتح المدينة للمرة الرابعة، وسيطر عليها، وأخذ صلحها، قسمها بين العرب والعجم، فأعطى ربيعة ومضر من باب النون إلى باب العطارين، والباقي لأهل اليمن[تاریخ بخاری، ص۸۰] **ترجمہ:** قتیبہ بن مسلمؒ نے جب دیکھا کہ اہل بخاریٰ ظاہراً تو

مسلمان ہو رہے ہیں، لیکن چھپکے بتوں کی عبادت کرتے ہیں، تو انہوں نے حکم دیا کہ آدھے گھر عربوں کے ہوں گے اور آدھے گھر عام رہائشی لوگوں کے ہوں گے، تاکہ عرب مقامی لوگوں کے پاس رہ کر ان کے احوال دیکھے اور یہاں کے لوگ خوب خوب مسلمان ہو جائے۔ اور جب چوتھی بار شہر کو فتح کر کے کنٹرول حاصل کیا تو صلح میں عرب اور عجموں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کیا اور باب النون سے باب العطارین کے علاقے کو ربیعہ اور مضر کو دیا اور باقی اہل یمن کو دیا گیا۔

تشریح: آبائی دین کو چھوڑ کر نئے عقائد کو اپنانا طبعی عادات کے مقابلے میں ترک کرنا زیادہ مشکل ہوتا ہے، خراسان اور ماوراء النہر کو فتح کرنا دیگر علاقوں کے مقابلے میں دشوار تھا، کیونکہ یہاں کی خودداری، جنگی مزاج، تنعم اور عیش پرستی سے دوری اور اپنے دین وعادات کو چھوڑ کر دوسرے دین کو قبول کرنا ناممکن شمار ہوتا تھا، یہی وجہ ہے کہ قتیبہ بن مسلمؒ کے لیے یہاں کے لوگوں کو فتح کرنا اتنا مشکل نہیں تھا، کیونکہ اس سے پہلے بھی چار مرتبہ یہ علاقہ فتح ہوا تھا مگر جلد ہی وہ فتح شکست میں تبدیل ہوا تھا، مگر اس بار فتح کرنے کے بعد ان پر فتح کو مستحکم کرنے اور یہاں کے باسیوں کو اسلام کے حقیقی نور سے متعارف کر کے ان ان پر قبضہ برقرار رکھ کر یہاں کے لوگوں سے ان کی دینی حمیت اور باہر سے آئے ہوئے لوگوں کی سربراہی قبول کرنے کے لیے ایک ناممکن امر کو ممکن بنانا تھا، چنانچہ انہوں نے ان مفتوحہ علاقوں پر اسلام کا جھنڈا گاڑنے کے بعد یہاں کے لوگوں سے ان کی بت پرستانہ مزاج کو ختم کرنا دشوار ہوا۔

چنانچہ اس کے لیے یہ طریقہ کار اختیار کیا گیا کہ عرب سے آئے ہوئے تمام مجاہدین کو یہاں کی آبادیوں میں گھل مل کر رہائش دی جائے اور اہل خراسان کو یہ محسوس نہ ہونے دیا جائے کہ ہم ان کے علاقوں پر فاتح بن کر آئے ہیں اور اہل خراسان ہمارے محکوم ہیں، اس وجہ سے عرب وعجم کو مل کر رہنے اور یہاں کے لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرنے کے لیے ان میں توحید ورسالت اور بعث بعد الموت کے بنیادی اسلامی عقائد راسخ کیا جائیں۔ اس لیے مضر، ربیعہ اور اہل یمن کے تمام قبائل کو متفرق طور پر ان میں تقسیم کر کے برابر کے حقوق دیئے گیے۔

تیسری دلیل: كانت بعض القرى شركة بين قبائل عديدة مثل قرية خلم التي اقتسمها الأزد، وتميم، وقيس [معجم البلدان لیاقوت الحموی، ج۲ص۴۶۵] **ترجمہ:** خراسان کے شہر اور دیہات مثلاً علاقہ خلم اُزد، بنو تمیم اور بنو قیس کے درمیان تقسیم ہوئی تھی۔

چوتھی دلیل: أن تميما كانت على امتداد الحكم الأموي لخراسان أكبر قبيلة عربية هناك، ففي نهاية القرن الأول كانت أكثر خراسان عربية-[نقائض جریر والفرزدق، ج۱ص۳۶۸] وفي بداية القرن الثاني كانت كذلك أكثر أهل خراسان [تاریخ طبری، ج۹ص۱۶۶۳] ولا جدال في أن الأزد كانت القبيلة الثانية في الضخامة والكبر بخراسان. **ترجمہ:** عہد اموی میں بنو تمیم خراسان کے عرب قبائل میں سے ایک تھا، پہلی صدی ہجری کے اواخر میں خراسان کے اندر بنو تمیم سب سے بڑا عرب قبیلہ تھا، دوسری صدی ہجری کے ابتداء میں بنو تمیم اہل خراسان میں زیادہ آبادی رکھتے تھے، اسی طرح اہل تاریخ کے نزدیک اس میں بھی کوئی دورائے نہیں کہ یمن کا قبیلہ اُزد خراسان کا دوسرا بڑی اہمیت کا حامل قبیلہ تھا۔

تشریح: اس عبارت سے واضح طور پر یہ بات معلوم ہوئی کہ دورِ اموی میں بنو تمیم اور بنو اُزد یمانی قبائل وسعت اور پھیلاؤ کے اعتبار سے پورے خراسان میں چھائے ہوئے تھے۔

پانچویں دلیل: الطبری: كان العرب يقيمون بالبروقان التي تبعد فرسخين عن بلخ، وهي أكبر مدن الإقليم الشرقي. وكان الجنود يحتشدون فيها مع أمرائهم ترجمہ: علامہ طبریؒ کے مطابق عرب بلخ سے دو فرسخ کے فاصلے پر خراسان کے

مشرق میں سب سے بڑے علاقے برجان میں رہتے تھے اور وہاں پر ان کی فوجیں امراء کے ساتھ ہوتی تھی۔

چھٹی دلیل: المقدسي: يرى أنها بلاد الأزد، ولعله يقصد بذلك أنهم كانوا أكثر القبائل بهاشرقي خراسان كانت أرض بكر، وأرض تميم متداخلتين، وكانت القبيلتان تتنازعان على بعض الأماكن، كل منهما تدعي أنها هي التي سبقت إليها واحتلتها قبل الأخرى-[تاریخ الدولۃ العربیۃ، ص۳۹۵] **ترجمہ:** علامہ مقدسیؒ کے مطابق مشرقی خراسان ہی گویا اُزد کے شہر بن چکے تھے، کیونکہ یہاں یمانی ارض بکر کے اکثر شاخ یہاں آباد ہوئے تھے، اسی طرح بنو تمیم کی زمینیں مشرقی خراسان میں بھی بنو بکر کے قریب ہوتی تھی، تو یہاں خراسان میں بھی یہاں کی زمینوں پر ان کی آپس میں جنگیں اور لڑائیاں ہوتی تھی۔

مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ سینکڑوں کئی تاریخی حقائق اس بات پر عین شاہد ہے، کہ اہل خراسان میں یمانی عربوں کے کئی عادات واطوار، رشتۂ اَزدواج اور دیگر کئی مشابہتیں پائی جاتی ہے جن کی روشنی میں یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ تکوینی طور پر امام مہدی کی نصرت کے لیے آغازِ اسلام سے ہی اللہ تعالیٰ نے یمانی اور افغانی معاشرے کو اس کے لیے منتخب کر دیا ہے۔ تاہم دونوں عربی وعجمی نسبتوں کو اتنی طویل اور وسیع علاقوں میں تاریخی تناظر میں یکجا کرنا اسباب کے دائرے میں انسانی قدرت سے بالاتر تھا، جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے خراسان کی فتح میں یمانی قبائل کو بنیادی کردار اداء کرنے کی توفیق دی۔ پھر اہل خراسان کے ساتھ ملی جلی موالات، حِلف اور رشتہ داریاں وجود میں آئیں۔ اس کے بعد خلافت بنو امیہ کے سقوط میں اہل خراسان کے شانہ بشانہ لڑائیوں میں حصہ لیا۔ یہاں کی علمی مدارس، شعر وشاعری اور ثقافت وتمدن میں کردار اداء کیا۔

اور ہزار سال کے بعد جب روس نے افغانستان پر چڑھائی کی، تو ایک بار پھر یمانی ایمانی جوش اُبھر آیا اور حضر موت کے ایک سپوت اسامہ بن لادن نے شاہی زندگی کو خیر آباد کہہ کر روس کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ پھر داخلی خانہ جنگی سے احتراز کیا۔ اور امارت اسلامی کے قیام کے بعد اس کی بقاء میں خون پسینا ایک کر کے عالمی دجالی کفر کے سامنے ایک بار پھر مرکز حرمین شریفین پر غاصب حکمرانوں کو نکال باہر کرنے کے لیے سرزمین عرب کو آزاد کرانے کے لیے سرزمین خراسان کو بنیادی مرکز بنایا۔ اور اس سرزمین کو عراقی جہاد، شامی جہاد اور دیگر عالمی تحریکوں کے لیے ہیڈ کوارٹر بنایا۔ اور ظہور مہدی کے لیے دونوں یمانی اور افغانی قبائل کو ایک بار پھر متحد کیا تاکہ آنے والے عالمی خلافت میں سیدنا عیسی علیہ السلام کے وزیر امام مہدی کے یمانی وزراء کے فوجی مددگار کا کردار اداء کریں۔

فصل: امام مہدی کا لشکر اور اہل خراسان کی ذمہ داریاں

ا۔ ظہور مہدی سے پہلے ماوراء النہر کی سر زمین سے اللہ تعالیٰ تکوینی طور پر ایک لشکر کی ظہور کے لیے اسباب مہیا کریں گے، جن سے آگے جا کر سر زمین خراسان کے سیاہ جھنڈے نکلیں گے، جن میں حارث ابن الحراث نکلے گا، جس کی حفاظت کے لیے خراسان کا منصوری لشکر پیش پیش ہو گا۔ خراسان کا منصوری لشکر حارث ابن الحراث کی فوج کا مقدمۃ الجیش اور ہراول دستہ ہو گا۔ چونکہ حارث ابن الحراث کا لشکر در حقیقت آل محمد کی حکومت سازی کے لیے سر زمین خراسان میں تمہیدی میدان ہموار کرے گا۔ اس کی قیادت میں سیاہ جھنڈے سر زمین خراسان سے روانہ ہو کر عراق، شام اور یمن پہنچ جائیں گے جہاں سے باقاعدہ امام مہدی کی تلاش کے لیے علمائے کرام کا ایک جماعت منتخب ہو گا، جن کے ہاتھ پر دنیا بھر اہل فضیلت نصرت مہدی کے لیے بیعت کریں گے۔ یہ جماعت تلاش مہدی کا قضیہ نہایت متانت اور سنجیدگی سے علمی اور عملی میدان میں کامیاب کے ساتھ سر کرے گا اور بالآخر شرعی امور کی مکمل پیروی کرتے ہوئے پوری امت مسلمہ کی نمائندگی کریں گے اور انتخاب خلیفہ کے معاملہ میں عدل وانصاف کے تقاضوں پر ملحوظ رکھ کر یہ ذمہ داری نبھائیں گے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ ہجرت کرنے سے پہلے پوری دنیا میں نصرت مہدی کے خواہاں افراد سے امام مہدی کی نصرت ومدد کا بیعت لیں گے، ان کی تائید کے لیے دنیا بھر میں اپنے انصار ومددگاروں کا ایک لشکر تیار کریں گے۔

۲۔ پوری دنیا سے لوگوں کو ہجرت کی ترغیب دے کر مکہ مکرمہ بلائیں گے اور اس کے لیے احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی ظہور مہدی سے پہلے حالات کا بھرپور رعایت رکھیں گے۔ اور ظہور مہدی سے پہلے علامات زمانیہ، علامات سیاسیہ، علامات تکوینیہ اور شرعی ذمہ داریوں کی تکمیل کے تقاضوں کو پورا کریں گے۔ اس کے بعد علمائے کرام علامات شخصیہ کی روشنی میں خلافت کے لیے قرشی، ہاشمی، علوی، فاطمی، حسنی، حسینی، مکی، مدنی، عربی، یمانی، محمد بن عبداللہ کو خلافت کی بیعت کے لیے مجبور کریں گے اور آپ نہ چاہتے ہوئے بیعت خلافت کو قبول کریں گے:

أخرج نعيم عن ابن عباس رضي الله عنهما يقول: (يبعث الله تعالى المهدي بعد إياس وحتى يقول الناس: لا مهدي وأنصاره ناس من أهل الشام، عدتهم ثلاثمائة وخمسة عشر رجلا، عدة أصحاب بدر، يسيرون إليه من الشام حتى يستخرجوه من بطن مكة، من دار ثم الصفا (أوعند الصفا) فيبايعونه كرها، فيصلي بهم ركعتين، صلاة المسافر عند المقام [ثم] يصعد المنبر)

ترجمہ: امام نعیم بن حمادؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی سند سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ امام مہدی کو امت میں پھیلی ہوئی مایوسی کے بعد ظاہر کریں گے، یہاں تک ظہور سے پہلے لوگ کہیں گے کہ کوئی مہدی نہیں۔ اور امام مہدی کے انصار ومددگار شام سے آئیں گے، ان کی تعداد بدریین کی طرح ۳۱۳ ہو گی۔ یہ حضرات شام سے چل کر امام مہدی کو مکہ میں صفا کے قریب تلاش کر کے نکالیں گے۔ امام مہدی کی بیعت ان کے نہ چاہتے ہوئے ہو گی۔ آپ لوگوں کو دو رکعت نمازِ قصر پڑھائیں گے اور پھر منبر پر خطبے کے لیے چڑھ جائیں گے۔

۳۔ امام مہدی اپنے ۳۱۳ انصار کو لے کر حجاز پر قبضہ کریں گے، جن کے خلاف عرب ممالک کا ایک لشکر حملے کے لیے آئے گا، جو مدینہ سے نکلتے ہوئے مکہ کا رخ کرے اور بیداء میں دھنس جائے گا، جن کا صحیحین وغیرہ کتب میں تفصیل سے موجود ہے۔

۴۔اس خبر کو سن کر دنیا بھر کے مخلصین نصرت مہدی کے لئے مکہ مکرمہ کا رخ کریں گے اور معرکہ بنو کلب میں حصہ لیں گے، اس معرکہ پورا جزیرۃ العرب فتح ہو جائے گا: عن أم سلمة قالت: قال رسول الله ﷺ:"يكون اختلاف عند موت خليفة...وفي مسند أحمد ثم ينشأ رجل من قريش أخواله كلب، فيبعث إليه المكي بعثا، فيظهرون عليهم، وفي المستدرك للحاكم عن أبي هريرة رضي الله عنه، مرفوعا:المحروم من حرم **ترجمہ**: خلیفہ کی موت کے وقت اختلاف ہو گا۔ جبکہ مسند احمد کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی اضافہ ہے کہ قریش ہی کا ایک آدمی جس کے ماموں زاد بنو کلب سے ہوں گے اس کے خلاف مہدی ایک لشکر بھیجے گا اور وہ لشکر ان پر فتح یاب ہو گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے :اس آدمی کے لیے ناکامی اور افسوس کی بات ہے جس کو بنو کلب کی غنیمت میں سے حصہ نہ ملے۔[صحیح ابن حبان]

تشریح: امام مہدی اور مسلمانوں کے اس مخالف شخص کو روایت میں "من امتی" جب کہ دوسری روایت میں "رجل میں قریش" کہا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آدمی بظاہر مسلمان ہو گا، لیکن علامہ دانیؒ کی "السنن الواردۃ فی الفتن" کی کتاب میں ایک ضعیف سند کے ساتھ حذیفہؓ سے بنو کلب کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ شراب حلال سمجھنے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ان کی غنیمت کو حلال بلکہ اہم شمار کیا۔

۵۔اس کے بعد امام مہدی دیگر ممالک کا رخ کریں گے، جن میں بعض ممالک بغیر لڑائی کے فتح ہوں گے، جب کہ بعض دیگر لڑائی کے بعد فتح ہوں گے۔ جن میں فارس وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ ٦۔ پھر شام اور عراق کو فتح کرتے ہوئے بیت المقدس کو آزاد کریں گے اور وہاں اپنا دار الخلافہ قائم کریں گے۔ ٧۔ سرزمین شام: یعنی دمشق، فلسطین، لبنان، اردن اور تبوک وغیرہ بھی امام مہدی کے تابع ہوں گے، تو آپ معرکہ رُوم کی تیاری کریں گے، جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہو گی۔ اور بالآخر تکبیر کے نعروں سے قسطنطنیہ کے سارے قلعے فتح ہو جائیں گے۔ ٨۔اس کے بعد سرزمین ہند بھی فتح ہو کر حضرت مہدی کے زیر نگیں آجائے گا۔ ٩۔ معرکہ دجال کے لیے حضرت عیسی علیہ السلام کا نزول ہو چکا ہو گا اور فتح روم کا سن کر دجال غصے کا شکار ہو گا اور مسلمانوں کو شکست سے دوچار کرے گا، مگر نصرت مسیح علیہ السلام دجال شکست کھا کر فنا ہو جائے گا اور یوں لشکر اسلام کا غلبہ پوری دنیا پر راسخ ہو جائے گا۔

امام مہدی کے صفاتِ شخصیہ کا مختصر تعارف احادیث مبارکہ کے تناظر

صفت	حدیث /اثر: مختصر وضاحت
تعلق: خراسان کے سیاہ جھنڈوں سے ہونا	ابوهريرة: اذا رايتم الرايات من قبل خراسان، فان فيها خليفة الله المهدي
سیاہ جھنڈوں میں اختلاف کے وقت ان میں سے نہ ہونا	كعب:ليس من ذي ولا من ذي ولكنه خليفة يماني
ابو عبداللہ	حذيفة بن اليمان (يكنى أبا عبد الله)
ابوالقاسم	عبد الله بن عمر (وكنيته ككنيتي) كنية رسول اللهﷺ أبو القاسم كنية رسول الله صلى الله عليه وسلم أبوالقاسم

محمد	عبد الله بن مسعود، حذيفة بن اليمان، كعب ::(اسمه اسمي)، (يواطئ اسمه اسمي)، (اسْمُ الْمَهْدِيِّ مُحَمَّدٌ)(رجل من أهل بيتي يوافق اسمه إسمي.) يواطئ : أي يشبه ويماثل والموافقه هي المطابقة الكلية
باپ کا نام عبداللہ	عبد الله بن مسعود،علي بن أبي طالب، كنز العمال::(يواطئُ اسمه اسمي، واسم أبيه اسم أبي) (فيحي الله بالمهدي محمد بن عبد الله السنن)(أن المهدي اسمه محمد بن عبد الله) من حديث أبي هريرة، أخرجه الأصبهاني في مقاتل الطالبيين، وابن المنادي في الملاحم
والدہ کا نام آمنہ	عبد الله بن مسعود ::(قد عرفناه باسمه واسم أبيه وأمه وحليته)
ظاہری نام، خفیہ نام	علي بن أبي طالب: عبد الله بن مسعود :(له إسمان: إسم يخفى واسم يعلن)(فيقولون له: أنت فلان ابن فلان؟ فيقول: لا، أنا رجل من الأنصار)
قرشی	علي بن أبي طالب: (قلت: ثم ممن؟ قال: من قريش)
ہاشمی	سعيد بن المسيب :(قلت: ثم ممن؟ قال: من بني هاشم)
اہل بیت	علي بن أبي طالب :(المهدي منا أهل البيت)
عترت	علي بن أبي طالب:(المهدي من عترتي)
فاطمی	علي بن أبي طالب ::(المهدي من عترتي، من ولد فاطمة)
حسنی	أبو وائل: أبو أسحاق :(نظر علي إلى الحسن عليهما السلام، فقال: إن ابني هذا سيد، كما سماه رسول الله ﷺ سيخرج من صلبه رجل باسم نبيكم، يملأ الأرض عدلاً كما ملئت ظلماً وجوراً)
حسینی	حذيفة بن اليمان :واعلم أنه اختلف في أن المهدي من بني الحسن أو من بني الحسين
حسن وحسین	حذيفة بن اليمان :قال القاري في المرقاة ويمكن أن يكون جامعا بين النسبتين الحسنين والأظهر أنه من جهة الأب حسني ومن جانب الأم حسيني
جابر	علي بن الهلالي :(يلقب بالجابر)
مکی	علي بن أبي طالب:(فيأتون رجلاً من أهل مكة)
مدنی	(فيخرج رجل من أهل المدينة) لا يمنع أن يكون سكن عدة أماكن منها المدينة فيصير من أهلها
یمانی	كعب: أرطاة :(مَا الْمَهْدِيُّ إِلَّا مِنْ قُرَيْشٍ، وَمَا الْخِلَافَةُ إِلَّا فِيهِمْ، غَيْرَ أَنَّ لَهُ أَصْلًا وَنَسَبًا فِي الْيَمَنِ)(عَلَى يَدَيْ ذَلِكَ الْخَلِيفَةِ الْيَمَانِيِّ الَّذِي تُفْتَحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةُ وَرُومِيَّةُ عَلَى يَدَيْهِ، يَخْرُجُ الدَّجَّالُ وَفِي زَمَانِهِ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، عَلَى يَدَيْهِ تَكُونُ غَزْوَةُ الْهِنْدِ، وَهُوَ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ)
جائے پیدائش: مکہ یا مدینہ	علي بن أبي طالب:(إذا قام قائم أهل مكة)(المهدي مولده بالمدينة) مولده بمكة أو بالمدينة

بچپن وجوانی: حجاز میں	رُسْتُم :(الْمَهْدِيُّ، يَجِيءُ مِنَ الْحِجَازِ، وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِ عَشْرَةَ سَنَةً) ينشأ في الحجاز حتى يصير عمره ثمان عشرة سنة.والحجاز هي مكة والمدينة وضواحيهما
یمن کی طرف جلائے وطنی اور اس وقت اٹھارہ سال عمر	كعب قال : قال الوليد:رستم:(حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَيُجْلِي الْيَمَنَ إِلَى الْيَمَنِ، ثُمَّ يَسِيرُونَ إِلَيْهِ فَيَقْتُلُونَهُ وَيُوَلُّونَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا مِنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهُ مُحَمَّدٌ (المهدي)، وَقَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ: إِنَّهُ مِنَ الْيَمَنِ عَلَى يَدِ ذَلِكَ الْيَمَانِيِّ تَكُونُ الْمَلَاحِمُ) (الْمَهْدِيُّ يَجِيءُ مِنَ الْحِجَازِ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِ عَشْرَةَ سَنَةً) الجلاء : هو الترحيل وهذا يدل على ان حاكم الحجاز يرحل أهل اليمن إلى بلادهم اليمن ومعهم ابنهم المهدي ويكون عمره آنذاك ثمان عشرة سنة.
یمن میں کرعہ گاؤں سے تعلق	عَبْدِ اللهِّ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ (يَخْرُجُ الْمَهْدِيُّ مِنْ قَرْيَةٍ بِالْيَمِنِ يُقَالُ لَهَا: كَرِعَةٌ)
مکہ کے پہاڑوں میں غائب ہونا	محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب :(يكون لصاحب هذا الأمر يعني المهدي عليه السلام غيبة في بعض هذه الشعاب، وأومأ بيده إلى ناحية ذي طوى) ذي طوى : هو أحد شعاب مكة وفيها أحياء اليوم تسمى جرول والعتيبية والزاهر
نبوی اخلاق	عبد الله بن عمر:(وخُلُقُهُ خُلقي) أي يشبه الرسول صلى الله عليه وسلم في خُلُقه ـ بالضم ـ أي في معاملته.
پیدائشی صفات نبی ﷺ سے جداگانہ	علي بن أبي طالب :(يشبهه في الخُلُق، ولا يشبهه في الخَلْقِ) أي لا يشبه رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخَلْق ـ بالفتح ـ أي في الشكل والصورة.
عربی رنگت	حذيفة بن اليمان :(المهدي رجل من ولدي، اللون عربي) اللون النحاسي أو اللون الحنطي
گندم گوں	عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ (هُوَ فَتًى مِنْ قُرَيْشٍ، آدَمُ) أي أسمر اللون
سرخ سیاہ مائل	محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب:فقال: (ذاك المشرب حمرة) أي انه أسمر في لونه حمرة
کشادہ پیشانی	أبو سعيد الخدري:(أجلى الجبهة) انحسار الشعر عن مقدمة الرأس إلى منتصف رأسه وهو دون الصلع
چوڑی پیشانی	علي بن أبي طالب (أجلى الجبين) الجبين: ناحية الجبهة من محاذاة النزعة إلى الصدغ . أي واسع الجبين وظاهر وواضح
اونچی پیشانی	عبد الرحمن بن عوف:(ليبعثن الله من عترتي رجلاً أعلى الجبهة) أي مرتفع الجبهة
بڑی پیشانی	أبي مسلم الرومي:(حَتَّى يَأْخُذَهَا رَجُلٌ أجبه.) الأجبه: هو اسم الأسد (لعرض جبهته)
گونگھریلے بال	أبي مسلم الرومي (حَتَّى يَأْخُذَهَا رَجُلٌ آدم جعد الشعرة....)
بال منڈھوں پر	علي بن أبي طالب (يسيل شعره على منكبيه)
سیاہ داڑھی اور بال	علي بن أبي طالب (سواد شعره ولحيته ورأسه)

سر میں جلد کی بیماری	محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب :(برأسه حزاز)(وداء الحزاز برأسه) هو داء أو آفة تصيب الجلد وهي الهبرية ومنها القشرة
خوب صورت چہرہ	علي بن أبي طالب (صفة المهدي، حسن (الوجه)
چہرہ اچھے خدو خال والا	علي بن أبي طالب (المهدي أقبل) أي الأسمرالأملح ذو الملامح الحسنه
چہرے پر نورانیت	علي بن أبي طالب (يعلو نور وجهه سواد شعره ولحيته ورأسه) أي فيه إشراقه
چمکدار ستارے کی طرح چہرہ	علي بن أبي طالب (كأن وجهه الكوكب الدري في اللون) (كأن وجهه كوكب دري) أي فيه إشراقه
چہرے پر دانوں وغیرہ کے اثرات	محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب :(وبوجهه أثر) أي البثور التي يخلفها حب الشباب أوالجدري أو الشجه أو الخال أوالشامة.
دائیں گال پر خال	أبو أمامة الباهلي،علي بن ابي طالب، محمد بن علي بن الحسين :(في خده الأيمن خال أسود)(في وجهه خال) (شامة في رأسه) هي علامة أو حبة سوداء شبيهة بالشامة
گھنی لمبی بھنویں	الصقر بن رستم، عن أبيه (المهدي رجل أزج) تقوس الحاجبين مع امتداد في طرفيهما حتى يكاد أن يلتقيا
دونوں بھنویں ایک دوسرے سے جدا	الصقر بن رستم عن أبيه (المهدي رجل أزج أبلج) هو المسفر الوجه والذي لم يلتقي حاجبيه ويقال ابلج الحاجب
اوپر سے نیچے کی طرف مائل کشادہ بھنویں	محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب (المشرف الحاجبين) أي خارج الحاجبين وعريضهما
آنکھیں اندر کی طرف دھنسی ہوئی	محمد بن علي بن الحسين غائر العينين أي عيناه داخله
سرمہ گیں آنکھیں	علي بن أبي طالب (المهدي أكحل العينين) أكحل من غير تكحل
میانی ناک	أبو سعيد الخدري (المهدي أقنى الأنف) القنا : احدداب في وسط الأنف
لمبی ناک	أبو سعيد الخدري (المهدي منا أهل البيت، رجل من أمتي، أشم الأنف) الشمم : استواء الأنف، واجتماع القنا والشمم يدل على أن احديداب أنفه لايظهر إلا للمتأمل فمن يراه يحسب أنه اشم فإذا تأمله وجده أقنى.
ثنایا علیا دانتوں میں فاصلہ	عبد الرحمن بن عوف علي بن أبي طالب (ليبعثن الله رجلاً من عترتي، أفرق الثنايا)(أفلج الثنايا) أي متباعد الثنايا وهي الاسنان التي في مقدمة الفك الأسفل أو الأعلى
ثنایا سفلیٰ دانتوں میں زیادہ فاصلہ	أبو سلمه بن عبدالرحمن :(ليبعثن الله من عترتي رجلاً أغرق الثنايا) أي متباعد الثنايا بشدة
ثنایا دانت چمکدار	علي بن أبي طالب (المهدي براق الثنايا) أي لامع الثنايا

زبان میں تھوڑی سی لکنت	حديث أبي هريرة (أن المهدي في لسانه رتّة) أي انحباس خفيف لا يظهر إلا للمتأمل
زبان میں بھاری پن	أبو الطفيل (وَصَفَ الْمَهْدِيَّ فَذَكَرَ ثِقْلًا فِي لِسَانِهِ)
کبھی کبھار بات کرتے وقت ران پر ہاتھ مارنا	أبو الطفيل (وَضَرَبَ بِفَخِذِهِ الْيُسْرَى بِيَدِهِ الْيُمْنَى إِذَا أَبْطَأَ عَلَيْهِ الْكَلَامُ)
گھنی داڑھی	علي بن أبي طالب (المهدي كث اللحية)
میانہ قد	علي بن أبي طالب (صفة المهدي هو مربوع)
کم گوشت والا ہلکا بدن	علي بن أبي طالب (ضَرْبٌ مِنَ الرِّجَالِ)هو الخفيف اللحم الندب الماضي الذي ليس برهل
عربی رنگت اور اسرائیلی جسم	حذيفة بن اليمان اللون عربي، والجسم جسم إسرائيلي)
موٹا گردن	جعفر بن محمد بن علي (ثم يأتينا الغليظ القصرة القائد العادل الحافظ لما استودع، يملؤها عدلاً وقسطاً كما ملأها الفجار ظلماً وجوراً)
نیچے کی طرف مائل گردن	أبوسعيد الخدري :(لا تقوم الساعة حتى يستخلف رجل من أهل بيتي أجنأ)
مونڈوں کی ہڈیاں مضبوط اور بڑی	علي بن ابي طالب (يخرج رجل من ولدي عظيم مشاش المنكبين)
دونوں مونڈوں کے درمیان کشادگی	محمد بن علي ين الحسين :(العريض ما بين المنكبين) أي عريض الصدر والنحر
آویزاں مونڈے	علي بن ابي طالب (إن المهدي مسترسل المنكبين)
کشادہ سینہ	علي بن ابي طالب (إن المهدي واسع الصدر)
بڑا پیٹ	علي بن ابي طالب (ضخم البطن)
نکلا ہوا پیٹ	علي بن ابي طالب (يخرج رجل من ولدي في آخر الزمان مبدح البطن) أي واسع
دونوں ران ایک دوسرے سے جدا	علي بن ابي طالب (أزيل الفخذين) انفراج فخذيه وتباعد ما بينهما.
دونوں ران کشادہ	علي بن ابي طالب (يخرج رجل من ولدي في آخر الزمان عريض الفخذين)
دو خالوں والے	عبد الله بن عباس : علي بن أبي طالب :(ثُمَّ يَلِيهَا رَجُلٌ مِنْهُمْ ذُو شَامَتَيْنِ، فَعَلَى يَدَيْهِ يَكُونُ الْفَتْحُ يَوْمَئِذٍ، يَعْنِي فَتْحَ الرُّومِ بِالْأَعْمَاقِ)(بظهره شامتان، شامة على لون جلده وشامة على شبه شامة النبي)
کندھے پر خال	علي بن أبي طالب: محمد بن علي بن الحسين (في كتفه علامة النبي) (وشامة بين كتفيه من جانبه الأيسر، تحت كتفه الأيسر ورقة مثل ورقة الآس)

ران پر خال	علي بن ابي طالب :(بفخذه الأيمن شامة)
جوان، نوخیز	ابوسعيد الخدري:عبدالله بن عباس:(يقوم في آخر الزمان رجل من عترتي شاب)(يبعث الله منا أهل البيت غلاماً شاباً حدثاً)(فتى شاب من قريش)
دعوتِ دین کے لیے نکلتے وقت عمر: ۳۰ سے چالیس سال	علي بن أبي طالب: عبدالله بن الحارث :(يبعث وهو ما بين الثلاثين إلى الأربعين) (يَخْرُجُ الْمَهْدِيُّ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعِينَ سَنَةً، كَأَنَّهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ)

مآخذ و مصادر

أعلام تميم حسين حسن	المنتخب من علل الخلال لابن قدامة	افغانستان کا تاریخی پسِ منظر اور فتح وشکست کے اسباب ابوالحسن علی ندویؒ	
امتداد العرب لصالح العلی	العالم الاسلامی فی العصر العباسی	أبو مسلم الخراسانی للوشمی	البدایة والنهایة احیاء التراث دار الفکر دار هجر
تاریخ الأمم والملوک للطبری، تاریخ ابن خلدون دار الفکر، معجم البلدان، فتوح البلدان للبلاذری، الکامل لابن الأثیر، آثار البلاد وأخبار العباد للقزوینی			
تاریخ ابن خیاط، تاریخ الیعقوبی	المسالک والممالک للمهلبی، تاریخ بخاری،	اخبار الدولة العباسیة، الأخبار الطوال للدینوری، نقائض جریر والفرزدق،	
تاریخ الدولة العربیة، تاریخ دمشق لابن عساکر، تخریج احادیث فضائل الشام ودمشق لابی الحسن الربعی			لقط الآلیٔ المتناثرة فی الأحادیث المتواترة
صحیح البخاری، مسند احمد، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن الترمذی، سنن ابن ماجہ، فوائد الحنائی، مسند البزار المعجم الأوسط، کشف المشکل من حدیث الصحیحین لابن الجوزیؒ، مجمع الزوائد، الفتن لنعیم بن حماد۔			ہزار سال پہلے مولانا مناظر احسن گیلانی ظہور مہدی اور فتنہ دجال، بشیر احمد حصاری
مجموع رسائل ابن رجب، العرف الوردی فی أخبار المهدی، عقد الدرر للسلمی الشافعی، مشیخة ابن البخاری			القبائل العربیه فی خراسان
قطف الأزهار المتناثرة، الامامة والسیاسة لابن قتیبه، اقتضاء الصراط المستقیم، العلل للامام أحمد بروایة ابنه			کتاب الجغرافیه مفتی ابولبابہ شاہ منصور
تهذیب الکمال، سیر أعلام النبلاء	دہ پختون تاریخ: قاضی عطاءاللہ خان طبع سوم ۲۰۰۴ء جدون پرنٹنگ		القول المسدد فی الذب عن مسند أحمد
حیاة الحیوان الکبریٰ للدمیری	تاریخ الاسلام للذہبی تحقیق: بشار عواد	معجم اللغة العربیة المعاصرة	الشعر العربی فی خراسان لحسین علوان
العلل المتناهیة، الضعفاء للعقیلی، نظم المتناثر فی الحدیث المتواتر، الموالی لمصری		پشتون تاریخ کے آئینے میں	معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع
مرقاة المفاتیح، شرح ابن ماجہ للسندی، للسیوطی، شرح ابی داؤد للعباد، فیض الباری للکاشمیری، شرح مسلم للسیوطی، فتح الباری، تحفة الأحوذی، بذل المجهود			
تکملہ فتح الملہم للشیخ تقی العثمانی، عون المعبود وحاشیة ابن القیم، امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی مصنف، مناظر احسن گیلانی، الفاروق نمبر جہاد افغانستان،			
العلاقات بین العرب والفرس			